عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY — KHATM-E-NUBUWWAT — KARACHI PAKISTAN

جلد ۲۴ | ۱۸ تا ۲۵ رجب ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۴ تا ۳۱/ اگست ۲۰۰۵ء | شمارہ: ۳۲

عرش کے سائے میں

اِتحادِ اُمّت اور اِسلام

مسیح قادیان اور اُس کے حواری

اِرشادات و ملفوظات

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.co

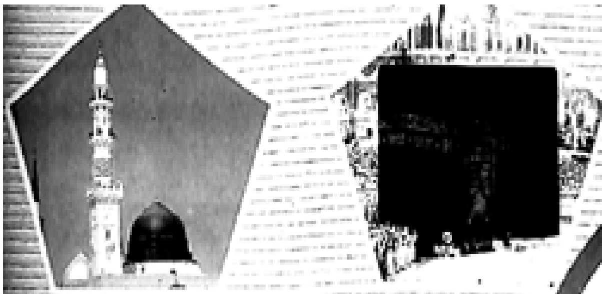

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

آپ کے مسائل

نظر لگنے کی کیا حیثیت ہے؟

س:...... ہمارے معاشرے میں یا یوں کہئے کہ ہمارے بڑے بوڑھے ''نظر ہونے یا نظر لگنے'' کے بہت قائل ہیں' خاص طور سے چھوٹے بچوں کے لئے بہت کہا جاتا ہے' (خصوصاً اگر وہ دودھ نہ پئے یا کچھ طبیعت خراب ہو' وغیرہ) کہ بچے کو نظر لگ گئی ہے' پھر باقاعدہ نظر اتاری جاتی ہے۔ برائے مہربانی اس کی وضاحت فرمائیں کہ اسلامی معاشرہ میں اس کی کیا توجیہ ہے؟

ج:...... نظر لگنا برحق ہے' اور اس کا اتارنا جائز ہے' بشرطیکہ اتارنے کا طریقہ خلافِ شریعت نہ ہو۔

امانت میں ناجائز تصرف پر تاوان:

س:...... میں نے اپنے ایک دوست محمد سلیم صاحب کو اپنے سالے کے ۳۰ ہزار روپے مضاربت کے لئے دینا چاہے جب میں ان کے پاس گیا تو وہ نہیں تھے ان کے بھائی محمد اسلم صاحب کو میں نے وہ روپے دیئے کہ بھائی کو دے دیں۔ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور محمد اسلم نے وہ روپے بجائے بھائی کے اس کو دے دیئے وہ آدمی ابھی تک نہیں آیا کیونکہ وہ ٹھگ تھا۔ کیا ان روپوں کا تاوان محمد اسلم پر آئے گا؟

ج:...... یہ رقم محمد اسلم کے پاس امانت بن گئی' جس میں اس نے ناجائز تصرف کرکے دوسرے شخص کو دے دی' لہٰذا اس رقم کا تاوان محمد اسلم پر آئے گا۔

امانت رکھی ہوئی رقم کا کیا کروں؟

س:...... میں کچھ عرصے سے ایک الجھن میں ہوں آپ اس کا حل بتا کر ممنون احسان کردیں' میں کم پڑھا لکھا ہوں میں جو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اس کا لب لباب نکال کر بہت جلد میری پریشانی دور فرمادیں۔ ۹/فروری ۱۹۷۹ء کو ایک شخص مجھ کو ڈھیر ساری رقم بطور امانت دے گیا' ۱۹۸۲ء کو میرے حالات اچانک بدل گئے حتیٰ کہ میں دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھانے کو بھی محتاج ہوگیا۔ کاروبار میں نقصان ہوا سب کچھ ختم ہوگیا۔ اب میرے خیالوں میں امانت کی ڈھیر ساری رقم محفوظ تھی جسے اپنے ذاتی کاروبار میں لاکر پھر کفالت کے قابل ہونا چاہتا تھا مگر پھر فوراً اپنا ارادہ اس خیال کی بنا پر بدل دیا کہ امانت میں خیانت ہوگی اور امانت میں خیانت کرنے والا بھی نہیں بخشا جائے گا' دنیا میں بھی سزا ملے گی اس سے بہتر ہے بھوکا مرجاتا' پھر میں اس آدمی کے پاس جاتا ہوں تاکہ اس کی امانت اسے لوٹادوں تاکہ ہمارے خیالات برے نہ ہوں یا پھر اس سے اجازت لے کر تھوڑی سی رقم بطور قرض حاصل کرلوں گھر سے چل نکلا چونکہ وہ میرے گھر سے کافی فاصلے پر رہتا تھا یعنی دوسرے علاقے میں وہاں سے معلوم ہوا کہ وہ کچھ یوم قبل ہارٹ اٹیک ہونے سے فوت ہوگیا ہے اور اس کا دنیا میں کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے ماں' باپ' بہن بھائی کوئی بھی نہیں۔ ایسے میں' میں اس رقم کا کیا کروں؟ شرعی احکام کی بنا پر ارشاد فرمائیں احسان عظیم ہوگا۔

ج:...... جس کا نہ ہو اس کا ترکہ بیت المال میں داخل ہوتا ہے' آپ چونکہ خود مستحق ہیں اس کو خود بھی رکھ سکتے ہیں اگر کوئی وارث نکل آیا تو اس کو دے دیجئے۔

کیا مقروض آدمی سے قرض دینے والا کوئی کام لے سکتا ہے؟

س:...... انسان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے بغیر گزارہ نہیں کرسکتا خاص کر بھائی' بہنوں' رشتہ داروں اور دوست احباب کے بغیر' اب انہیں قرض دینے کے بعد بحالت مجبوری ان سے کوئی کام لے سکتے ہیں یا یہ سود ہوگا۔ ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ کسی کو قرض دینے کے بعد دھوپ میں اس کے گھر کے سائے سے بچ کر گزرے اور فرمایا کہ یہ سود تھا۔ لیکن ہم درج بالا لوگوں کے بغیر کیسے گزارہ کریں؟

ج:...... اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جو کام قرض دیئے بغیر بھی لے سکتے ہیں ایسا کام لینا سود نہیں اور اگر یہ کام قرض کی وجہ ہی سے لیا ہے تو یہ بھی ایک طرح کا سود ہے' بزرگ کے جس قصہ کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے وہ بزرگ ہمارے امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ مگر ان کا یہ عمل تقویٰ پر تھا فتویٰ پر نہیں۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد: ۲۴ شمارہ: ۳۲ ۱۸ تا ۲۵ رجب ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۴ تا ۳۱ اگست ۲۰۰۵ء

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مولانا محمد عبدالرزاق اسکندر
مولانا نذیر احمد
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا سعید احمد جلالپوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

مولانا مفتی محمد راشد مدنی
سرکولیشن منیجر: محمد انور کرانا
ناظم اشاعت: محمد عبدالناصر شاہد
قانونی مشیر: حشمت حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائیٹل ڈیزائن: محمد ارشد خرم
محمد فیصل عرفان

شمارے میں

شاعر اسلام سید محمد امین گیلانی سے وابستہ یادیں	(اداریہ)	4
عرش کے سائے میں	(مولانا کلیم اللہ ذاکی)	7
ارشادات و ملفوظات	(شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ)	11
اتحاد امت اور اسلام	(مولانا عمران اللہ قاسمی)	14
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	(ابو شفقت قریشی سہام)	18
مسیح قادیان اور اس کے حواری	(مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ)	20
دینی مدارس کی سند شہادۃ العالمیہ کی اہمیت اور تکمیل حیثیت	(مولانا محمد حنیف جالندھری)	24

زر تعاون بیرون ممالک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۱۰۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زر تعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۱۰ روپے، ششماہی: ۱۷۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے
بینک اکاؤنٹ ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 8-363 الائیڈ بینک اکاؤنٹ نمبر 2-927 ... کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
... ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ... فیکس: ...
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ... فیکس: ...
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاعر اسلام سیّد محمد امین گیلانی سے وابستہ یادیں

۳/اگست ۲۰۰۵ء شاعر حریت‘ ترجمان ختم نبوت‘ یادگار اسلاف مخدوم و محترم حضرت سید امین گیلانی انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ۲۳/ جولائی ۲۰۰۵ء بیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم کے سلسلہ میں دو ماہ کے لئے برطانیہ آنا ہوا۔ کانفرنس کے بعد اسکاٹ لینڈ میں سہ روزہ ریفریشر کورس رکھا تھا۔ اس کے اختتام پر پہلی سالانہ ختم نبوت کانفرنس گلاسگو میں ۳۰/ جولائی کو منعقد ہوئی۔ ۳۱/ جولائی کو انیسویں سالانہ توحید وسنت کانفرنس وکفیلڈ سے فراغت کے بعد بریڈ فورڈ میں مولانا عزیز الحق صاحب نے حال میں مسجد و مدرسہ کے لئے وسیع چرچ خرید لیا ہے‘ اس کی افتتاحی تقریب تھی‘ اس سے فراغت کے بعد لندن حاضری ہوئی بعد ازاں سعودی عرب ادائیگی عمرہ کے بعد پاکستان واپسی کے لئے سیٹ کنفرم کرانا تھی‘ پانچ روز کے لئے لندن رکنا تھا‘ تو احباب نے یہاں پروگرام رکھ لئے۔ ۴/اگست کو برطانیہ ٹائم کے مطابق ۴ بجے شام ہڈرز فیلڈ سے محب و محترم حافظ منصور العزیز صاحب نے مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ میں ۱۲/ روزہ قیام کے لئے ہوٹل بک ہو جانے کی خوشخبری سنائی‘ اور ساتھ ہی فرمایا کہ افسوسناک اطلاع یہ ہے کہ حضرت سید محمد امین گیلانی انتقال فرما گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی آنکھوں کے سامنے یکا یک اندھیرا چھا گیا‘ دل پر ایسی چوٹ لگی کہ بے ساختہ آنسو ابل پڑے‘ آج اندازہ ہوا کہ آدمی دیار غیر میں اپنے کسی عزیز یا بزرگ کے وصال کی خبر سنے تو اس پر کیا کیفیت طاری ہوتی ہے۔ مخدوم زادہ سید سلیمان گیلانی عرصہ ڈھائی ماہ سے برطانیہ آئے ہوئے ہیں۔ ان مذکرہ کانفرنسوں میں ان کا ساتھ رہا معلوم کیا کہ وہ گلاسگو سے متصل مدرول میں قاری عبدالماجد صاحب کے ہاں ہیں۔ دھڑکتے دل سے فون کیا‘ دونوں طرف سے سسکیوں کے ماحول میں پتہ چلا کہ حضرت سید امین گیلانی لاہور گھر پر تھے۔ فیصل آباد کے علماء کرام ان کے پاس تشریف لے گئے‘ ان کو آمادہ کر کے فیصل آباد لائے‘ نعت پڑھنے کے لئے اسٹیج سے مائک پر تشریف لائے۔ داعی اجل کو لبیک کہا اور مالک الملک کو اپنی جان کی امانت لوٹا دی۔

سید محمد امین گیلانی نجیب الطرفین سید تھے۔ عادات واطوار میں خانوادہ رسولؐ کے خون کا مکمل پرتو جلوہ گر تھا۔ گورا رنگ‘ کھلا چہرہ‘ عقابی آنکھیں‘ لبوں پر مسکراہٹ‘ اسمارٹ جسم‘ داڑھی کے بال خوبصورت چمکیلے‘ قد متوسط‘ بلند خیال‘ مترنم لحن داؤدی‘ خاص ادا سے حمد ونعت کے لئے طرح اٹھاتے تو ہزاروں کا اجتماع سر دھننے لگ جاتا۔ نامور خطیب کی خطابت سے کہیں زیادہ ان کو ہر جگہ پذیرائی ملتی۔ کراچی سے خیبر تک ان کے نام کی دھاک تھی۔ عام وخاص میں یکساں محبوب ومقبول تھے۔ الٹھتی جوانی میں امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صحبتوں کے اسیر ہو گئے۔ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا‘ تقسیم سے قبل متحدہ ہندوستان کے ہر اسٹیج پر ان کی موجودگی لازم قرار پائی۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت امیر شریعتؒ‘ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ‘ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ‘ مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ‘ فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ‘ بلبل احرار مولانا عبدالرحمن میانوی رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر اکابر نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو حضرت گیلانی بھی اس کاروان ختم نبوت میں برابر کے شریک تھے۔ آپ کے ایمان افروز کلام کی مقبولیت نے یہ مقام حاصل کیا کہ دنیا زندگی بھر انہیں ”شاعر ختم نبوت“ کے نام سے جانتی پہچانتی تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت‘ جمعیت علماء اسلام کے اکابر کی آنکھوں کا تارا تھے۔ حافظ الحدیث حضرت درخواستیؒ‘ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ‘ مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ‘ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور ان کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرح پورے ملک کے شیوخ حدیث‘ علماء کرام‘ مشائخ عظام کے ہاں ان کو خاص محبوبیت کا مقام حاصل تھا۔ یہ سب کچھ ان کے اخلاص بھرے عشق رسالت مآب کا صدقہ تھا۔ بلاشبہ وہ بلند خیال شاعر اسلام تھے۔ اکابر کی صحبتوں نے انہیں دینی وسیاسی بصیرت کا اعلیٰ مرتبہ نصیب کیا تھا۔ ان کے خیالات کی بلند پروازی میں ان کے اعلیٰ کردار کا بھی بڑا حصہ تھا‘ وہ بہت بڑے عوامی انقلاب اعلیٰ درجہ کے رہنما اور سربلند کردار انسان تھے۔ دل کے غنی تھے‘ عسرت ویسرت میں مثالی اور نمونہ کی زندگی گزاری‘ قناعت پسند طبیعت تھی‘ کروفر سے کوسوں دور تھے‘ ان کی نظم کا ہر شعر پہلے سے زیادہ وقیع ہوتا تھا۔ ان کے کلام کی وسعتوں کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر شعر پر ان کو داد ملتی تھی۔ اپنے سامعین کو ایسا مدہوش کرتے تھے کہ لوگ فرش سے عرش تک پہنچ جاتے تھے‘ نعروں کی گونج میں اسٹیج پر آتے اور نعروں کے سمندر میں تیرتے ہوئے کلام پڑھتے۔ ان کی ہر ادا دلربا ہوتی تھی۔ مد وجزر قابل دید ہوتا تھا۔ دین کے ہر شعبہ اور سیاست کی ہر جزئی پر ان کا کلام موجود ہے۔ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے لیکر مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ تک بیعت کے سلسلہ سے انہوں نے اپنے آپ کو جوڑے رکھا۔ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ‘ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ سے لیکر قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن تک تمام سیاسی وتدریسی رہنماؤں کے ہاں حضرت گیلانیؒ کی

رائے کو مقام حاصل تھا اور بیان کے مشیر تھے۔ فقیر راقم نے اپنی زندگی میں جن شعراء اسلام کو دیکھا یا سنا ہے۔ بلاشبہ ہمارے حلقہ میں وہ اپنے زمانہ میں سب پر فائق تھے۔ راقم زمانہ طالب علمی میں ملک بھر کے دینی حلقہ کی طرح ان کے نام و مقام سے آشنا تھا۔ البتہ پہلی بار زیارت ۱۹۶۶ء کے اواخر یا ۱۹۶۷ء کے اوائل میں جامعہ مخزن العلوم خان پور کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ہوئی۔ اس وقت آپ کا طوطی بولتا تھا' کسی جماعت' ادارہ' انجمن' مدرسہ و جامعہ کا جلسہ ان کے بغیر نامکمل شمار ہوتا تھا۔ فراغت کے بعد فقیر راقم لائل پور (فیصل آباد) میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مبلغ مقرر ہوا۔ غالباً ۱۹۶۸ء میں ختم نبوت کانفرنس دوروزہ دھوبی گھاٹ میں کرانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ کی دعوت پر حضرت درخواستیؒ' حضرت جالندھریؒ' جناب آغا شورش کاشمیریؒ' سید مظفر علی شمسیؒ' مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ' مولانا عبدالقادر روپڑیؒ' مولانا محمد شریف جالندھریؒ' مولانا عبدالرحیم اشعر رحمہم اللہ تعالیٰ تشریف لائے۔ دونوں راتیں حضرت گیلانی کی نظموں سے اسٹیج گونجتا رہا۔ یہاں سے تعارف و نیازمندی کا سلسلہ شروع ہوا۔ بعد میں کئی بار جلسوں میں آپ کی موجودگی میں تقریر کی سعادت حاصل ہوئی۔ اسٹیج پر داد دیتے' چھوٹوں کو بڑھاتے' اور پھر علیحدگی میں بہت ہی حکمت عملی کے ساتھ تصحیح فرماتے۔ بہت بڑے شاعر اور خطیب گر تھے۔ خوب یاد ہے کہ سکھر کی ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر مہمان و مقررین کی رہائش گاہ جامعہ اشرفیہ تھی' دن کو لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت گیلانی صاحب ٹہلتے ٹہلتے کمرہ میں آن دھمکے' بہت سارے مہمان لیٹے تھے' فقیر نے انہیں دیکھ کر اٹھنا چاہا تو فوراً اشارہ سے اٹھنے سے روک دیا اور پھر میرے پاؤں کے تلوں کو سہلانے لگے۔ جسم میں سرسراہٹ پیدا ہوئی تو فرمایا خبردار حرکت نہ ہونے پائے' دو تین بار پاؤں کے تلوں پر اپنی مبارک انگلیوں کے پورے ہلکے اور خاص انداز سے چلائے' میں آنکھیں کھولے دم بخود بے حس و حرکت پڑا رہا' تو شاباشی دی اور فرمایا کہ انسان کی کمزوری ہے کہ تلوں پر سہلایا جائے تو حرکت کرتا ہے' جو حرکت پر قابو پالے اس کی قوت ارادی بڑی مضبوط ہوتی ہے' میں نے سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور عرض کیا کہ حضرت میری قوت ارادی ہے یا آپ کا احترام کہ میں تعمیل ارشاد میں دم بخود ہو گیا۔ میرے سر کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور فرمایا کہ رات جلسہ میں کیا کہا تھا یوں نہیں یوں کہنا چاہئے تھا۔ تب راز کھلا کہ وہ اس ادا سے میری اصلاح کے لئے کوشاں تھے۔ آزادی وطن' نفاذ شریعت کے لئے متعدد بار قید و بند کی صعوبتوں سے گزرے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کئی ماہ جیل میں گزارے' وہ بہت ہی شیر دل رہنما تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کو پروان چڑھانے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے' بلکہ وہ اپنے شعبہ کے بلاشرکت غیرے سربراہ تھے۔ غالباً ۱۹۸۳ء میں مرزا ناصر قادیانی نے دوسری شادی کی' ہنی مون منانے کے لئے قادیانی گیسٹ ہاؤس اسلام آباد میں رہائش پذیر تھا۔ اس موقع پر جامع مسجد دارالسلام میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ کانفرنس کے اختتام پر مولانا قاری احسان اللہ صاحب نے فرمایا کہ مرزا ناصر قادیانی میری مسجد کے ساتھ سڑک کے دوسرے کنارے پر رہائش پذیر ہے' وہاں جلسہ ہو جائے' اگلی رات کا وہاں پروگرام طے ہو گیا۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد مدظلہ کی صدارت' مولانا محمد لقمان علی پوری' مولانا عبدالشکور دین پوری رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقاریر' حضرت سید محمد امین گیلانی کی نعت ہوئی' ابتداء میں فقیر کا بیان ہوا' تقریر سے فارغ ہوتے ہی سید محمد امین گیلانی کے ہمراہ ختم نبوت دفتر اسلام آباد آ گیا۔ گیلانی صاحب شیخوپورہ جانا چاہتے تھے۔ رات کو مولانا عبدالرؤف جتوئی تشریف لائے زور سے دروازہ پیٹا' دروازہ کھولا تو فرمایا: تم یہاں آئے ہو' تمہارے بیان کے بعد مرزا ناصر کو دل کا دورہ پڑا' پولیس نے حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ' قاری محمد امین' مولانا عبدالشکور دین پوری کو گرفتار کر لیا ہے۔ مولانا محمد لقمان صاحب اور میں (مولانا جتوئی) آنکھ بچا کر آ گئے۔ وہ گاڑی میں باہر بیٹھے ہیں۔ حضرت گیلانی صاحب نے بھی جانا ہے' آپ بھی چلیں' گیلانی صاحب نے سفر کرنا تھا' چل پڑے۔ مجھ پر نیند سوار تھی' عذر کر دیا' اگلے دن صبح راجہ ظفر الحق صاحب کو حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کی گرفتاری کا پتہ چلا تو انہوں نے پولیس افسران کو کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ کس کو گرفتار کیا ہے؟ یہ وہ شخصیت ہیں جنہیں جنرل محمد ضیاء الحق نے تین بار ملاقات کے لئے بلایا ہے' لیکن انہوں نے ملاقات نہیں کی' پولیس افسران کو جان کے لالے پڑ گئے۔ حضرت دامت برکاتہم کو تو اسی وقت معذرت کر کے افسران نے رہا کر دیا۔ قاری محمد امین اور مولانا عبدالشکور دین پوری ضمانت پر رہا ہوئے۔ ہم نے قبل از گرفتاری بہت عرصہ بعد ضمانت کرائی' ان دنوں حضرت گیلانی صاحب سے پیشیوں کے موقعہ پر ملاقاتیں رہیں۔ اس دل کے دورہ سے مرزا ناصر آنجہانی ہو گیا تو اس کی جگہ قادیانی چیف گرو مرزا طاہر بنا۔ ۱۹۸۴ء کا امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا' مرزا طاہر نے ملک سے مجرمانہ راہ فرار اختیار کی۔ اس پر گیلانی صاحب نے نظم کہی:

گرو بھاگ گیا ہر چند گھبرایا گھبرایا ہے — مرزا طاہر سامنے بات تو کر تیرے لئے تو کافی اللہ وسایا ہے

آپ نے سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں یہ نظم پڑھی تو اجلاس کے بعد ایک نامی گرامی خطیب نے کہا کہ آپ نے اللہ وسایا کا نام لیا ہے' میرے نام کی شمولیت سے بھی کوئی نظم بنا دیں' تو آپ نے انہیں فرمایا کہ میاں غلط سمجھے ہو' میں کوئی پروفیشنل شاعر نہیں ہوں' ماحول بنتا ہے' دل پر چوٹ پڑتی ہے' اللہ میاں کچھ کہلا دیتے ہیں اور بس۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ ان کا پورا کلام اس اصول کے گرد گھومتا ہے۔ ان کی پوری شاعری میں کیفیت ''ورود'' ہے۔ ''آورد'' نہیں تھا۔ ایک مرتبہ راقم نے عرض کیا: حضرت مسئلہ ختم

نبوت اور رد قادیانیت کے پورے کلام کو علیحدہ چھاپ دیں تو ’’ہر چہ گویم حق گویم‘‘ مجموعہ مرتب کر دیا۔ جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بڑے اہتمام سے شائع کیا‘ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ نظم کی طرح آپ کا نثر میں بھی نرالی شان تھی‘ جو ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے غالباً ۱۹۸۲ء میں پہلی بار چنیوٹ سے سالانہ ختم نبوت کانفرنس کو منتقل کر کے چناب نگر میں منعقد کیا تو آپ شیخوپورہ سے قافلہ لے کر مسلم کالونی کانفرنس میں تشریف لائے۔ اجلاس شروع تھا‘ ہزاروں کا اجتماع دھواں دھار تقریریں‘ اجلاس اپنے عروج پر‘ فقیر نے دیکھا کہ گیلانی صاحب ایک ’’مست الست‘‘ کی طرح کبھی اجتماع کو‘ کبھی اسٹیج کو‘ کبھی مسجد کو‘ کبھی مدرسہ کو‘ کبھی چاردیواری کو‘ کبھی صحن کو‘ کبھی آسمان کو‘ کبھی شامیانوں کو‘ کبھی درختوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ادھر ادھر نظر اٹھا کر متفکرانہ انداز کو میں نے دیکھا تو عرض کیا: ’’مرشد‘‘ خیر ہے کیا ہو رہا ہے؟ میری طرف متوجہ ہوئے اپنا ہاتھ اور سر میرے کندھے پر رکھ کر والہانہ انداز میں رو پڑے‘ فرمایا: میاں! میں ربوہ میں قافلہ بخاریؒ کی اس شان میں فاتحانہ داخلہ کو دیکھ کر روح بخاریؒ کو تلاش کر رہا ہوں‘ وہ نہیں تو کم از کم حضرت جالندھریؒ حضرت قاضی صاحب‘ حضرت اخترؒ کوئی تو نظر آ جائیں؟ جنہیں بغل گیر ہو کر مبارک باد دے سکوں‘ اور پھر زار و قطار خوشی میں رو پڑے‘ اس وقت حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ حضرت مولانا تاج محمود برآمدہ میں آ گئے تینوں مل گئے۔ گیلانی صاحب کو اس حالت میں دیکھا تو تینوں حضرات محو گفتگو ہو گئے۔ کسی کام سے کسی ساتھی نے مجھے بلا لیا اور میں ان تینوں کو چھوڑ کر چل دیا‘ صحت کے آخری دور تک ہر سال شیخوپورہ سے قافلہ لے کر کانفرنس میں شریک ہوتے‘ جب لاہور منتقل ہو گئے تو لاہور کے قافلہ کے ہمراہ تشریف لاتے۔ گزشتہ سے پیوستہ سال بڑھاپے کے باوجود آخری اجلاس میں تشریف لائے۔ کرسی پر بیٹھ کر نظم پڑھی تو اجتماع تڑپ اٹھا۔ لاہور کی کانفرنس میں ہر سال تشریف لاتے‘ چند سالوں سے فقیر اپنے شیخ حضرت اقدس سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کے ہاں رمضان کے آخری دنوں میں حاضری دینے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ گزشتہ سال ۲۶/ رمضان المبارک کو حضرت گیلانی صاحب ایک دوست کے ساتھ گاڑی پر خانقاہ سید احمد شہیدؒ تشریف لائے‘ فقیر کو بلایا‘ فرمایا: تمہیں ملنے آیا ہوں‘ فقیر پانی‘ پانی ہو گیا۔ حضرت کیا فرماتے ہیں؟ مجھے حکم کیا ہوتا میں سر کے بل آپ کے قدموں میں حاضر ہو جاتا۔ فرمایا: نہیں‘ سنو تو سہی کیوں آیا ہوں؟ عرض کیا: فرمائیں۔ گویا ہوئے آج ستائیس رمضان ہے‘ ہمارے محلے کی مسجد میں ختم قرآن ہے‘ تقریر کے لئے انہوں نے میرے ذمہ ڈیوٹی لگا دی۔ مولانا قاری نذیر احمد سے آپ کا پتا چلا تو حاضر ہو گیا ہوں‘ میں نے سوچے سمجھے بغیر عرض کر دیا کہ حضرت حاضر اطمینان رکھیں‘ دعا دی چل دیے۔ ان کے جانے کے بعد یاد آیا کہ آج رات مولانا عزیز الرحمن ثانی نے شہر کے دوسرے کنارے پر پروگرام طے کر رکھا ہے‘ بھاگم بھاگ مولانا ثانی صاحب سے جا کر عرض کیا کہ دو پروگرام دونوں متضاد سمتوں میں وقت ایک ہے۔ سفر بھی خاصا ہے کیا کریں؟ آپ کے پروگرام پر نہیں آتا تو آپ کی پوزیشن خراب ہو گی۔ وہاں نہیں جاتا تو بھی مجرم‘ برا پھنسا! مولانا عزیز الرحمن ثانی صاحب نے فرمایا: حل نکالتے ہیں۔ اپنے پروگرام پر کینٹ میں لے گئے۔ وتروں کے بعد فوراً بغیر نعت و تلاوت کے فقیر کو تقریر کے لئے بٹھلا دیا۔ پندرہ منٹ بیان کیا‘ دوسرے ساتھی کا اعلان کیا‘ باہر نکلا مولانا ثانی صاحب اسکوٹر لئے تیار کھڑے تھے۔ فقیر کے بیٹھتے ہی اسکوٹر ہوا میں اڑا دیا۔ پندرہ بیس کلومیٹر سفر کر کے گیلانی صاحب کے ہاں حاضر ہوئے تو وہ نعت پڑھ رہے تھے‘ دیکھتے ہی فرمایا لو مولوی صاحب آ گئے‘ میں سرخرو ہو گیا‘ نعت مکمل فرمائی‘ فقیر کا بیان ہوا‘ آپ نے دعا کرائی‘ مجھے فرمایا کہ دیر کیوں ہو گئی؟ میں نے صورت حال عرض کیا کہ پہلے سے شہر کے دوسرے کنارے پر وقت دے رکھا تھا‘ وہاں سے دوڑ کر آیا ہوں۔ مسکراتے ہوئے فرمایا کہ سلام پھیرا تو آپ نہ تھے۔ فوراً ماتھا ٹھنکا کہ میرے سے وعدہ خلافی تو نہیں کریں گے البتہ دیر ہو سکتی ہے‘ حکمت عملی سے تلاوت کرائی‘ نعت پڑھی پھر ایک مقرر کو لگا دیا وہ ڈھیر ہوا تو پھر خود نعت شروع کر دی‘ آخری اشعار پر خیال آیا کہ مولوی صاحب اب بھی نہ آئے تو لوگ کیا کہیں گے کہ گیلانی صاحب کی بھی قدر نہیں مانتے‘ بس خیال گزرا تو دیکھا آپ مسجد میں داخل ہوئے‘ شکر کیا کہ سرخرو ہو گیا‘ میں نے قدموں کو ہاتھ لگایا کہ حضرت آپ کے حکم سے سرتابی تو ممکن نہ تھی‘ لیکن آپ کی کرامت کہ تعمیل ارشاد ہو گئی‘ بہت دعا دی‘ بس یہ آخری ملاقات تھی‘ اب اس وقت آپ کا جنازہ ہو رہا ہوگا‘ ہزاروں میل دوران کی یادوں سے دل کو تسلی دے رہا ہوں‘ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں‘ ان کی یادوں کی آڑ میں اپنے آپ کو اجاگر کر رہا ہوں کیوں نہ ہو وہ اتنے بڑے انسان تھے کہ ان کی وابستگی سے کئی اجاگر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور بنائیں۔ سید سلیمان گیلانی اب آپ ہمارے بڑے ہیں‘ انشاء اللہ العزیز آپ سے وعدہ رہا کہ فقیر راقم زندگی بھر حضرت گیلانی صاحب کا نوکر رہا‘ اب آپ کی نوکری کریں گے‘ آپ بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں‘ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں فرمائیں گے‘ اچھا میاں سلیمان آپ کو آج میت نہیں ملی آپ کل پاکستان جائیں گے‘ جنازہ دے تو ہم دونوں محروم رہے‘ آپ کو دہرا صدمہ ہے‘ لیکن جب سے دنیا بنی ہے ایسے ہو رہا ہے جو آیا اس نے جانا ہے‘ آپ پاکستان جائیں میں سعودی عرب جاتا ہوں‘ اپنے غم میں آپ میرے غم کو یاد رکھیں گے‘ اس لئے کہ وہ صرف آپ کے نہیں ہم سب کے بڑے تھے‘ ہمارے بڑوں کے ساتھی تھے۔ فقیر انشاء اللہ ان کے لئے طواف کر کے ایصال ثواب کرے گا۔

عرش کے سائے میں

مولانا کلیم اللہ قاسمی

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دن عرش کا سایہ عطا فرمائے گا جس دن عرش الٰہی کے علاوہ کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا: (۱) منصف بادشاہ‘ (۲) وہ نوجوان جس نے اپنے رب کی عبادت میں پرورش پائی ہو‘ (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہو‘ (۴) وہ دو آدمی جو اللہ کے لئے محبت رکھتے ہوں اور اسی کے لئے ملاقات کرتے ہوں اور اسی کے لئے جدا ہوتے ہوں‘ (۵) وہ شخص جس کو صاحب منصب خوبصورت عورت دعوت گناہ دے اور وہ یہ جواب دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں‘ (۶) وہ شخص جو (اس انداز) میں خفیہ صدقہ کرتا ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے‘ (۷) وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرتا ہو اور (اللہ کے خوف وخشیت کے غلبہ کی وجہ سے) اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجائیں۔‘‘ (بخاری وترمذی)

مذکورہ حدیث شریف میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات قسم کے ایسے خوش نصیب افراد کا تذکرہ فرمایا جنہیں اللہ تعالیٰ میدان محشر میں عرش کے سایہ میں جگہ مرحمت فرمائے گا‘ جو قیامت کے بعد قائم ہوگا‘ اس دن ہر جن وبشر کو اپنے کرتوت کا حساب دینا ضروری ہوگا‘ کوئی بھی اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ اس حدیث شریف کی تشریح سے پہلے حشر کے دن کی سختی اور ہولناکی کو بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ اس دن کی تپش اور دھوپ سے بچنے کا داعیہ اور عرش کے سایہ کے حصول کی رغبت پیدا ہو۔

حشر کے دن کی سختی اور ہولناکی:

قرآن واحادیث میں اس دن کی سختی اور ہولناکی کو متعدد جگہوں پر بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ معارج میں ہے:

’’جس دن ہوگا آسمان جیسے تانبا پگھلا ہوا اور ہوں گے پہاڑ جیسے اون رنگی ہوئی اور نہ پوچھے گا دوست دار دوست دار کو باوجودیکہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیئے جائیں گے۔ (اس روز) مجرم اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو اور بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دیدے‘ پھر یہ (فدیہ میں دیدینا) اس کو (عذاب اور قیامت) کی سختی سے بچالے‘ یہ ہرگز نہ ہوگا۔‘‘ (سورۂ معارج:۸تا۱۵)

اس آیت کریمہ میں حشر کے دن کی سختی اور ہولناکی کا تذکرہ ہے اور اس دن کی شدت سے بچنے کے لئے مجرم دنیا کے تمام رشتے فراموش کردے گا اور چاہے گا کہ اپنے تمام اعزہ واقربا‘ دوست احباب‘ گھر‘ خاندان اور دنیا کا تمام ساز وسامان فدیہ میں دے کر اپنی جان اس دن کی سختی اور پریشانی سے بچالے‘ لیکن ایسا نہیں کرسکے گا اور ذلت وعذاب میں مبتلا رہے گا:

اور ان کو وہ دن یاد دلایئے جس میں اللہ تعالیٰ ان کو اس کیفیت سے جمع کرے گا (کہ وہ سمجھیں گے) گویا وہ (دنیا یا برزخ میں) سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے (چونکہ وہ دن مدید بھی ہوگا اور شدید بھی‘ اس لئے دنیا اور برزخ کی مدت اور تکلیف سب بھول کر ایسا سمجھیں گے کہ وہ زمانہ بہت جلد گزر گیا) اور آپس میں دوسرے کو پہچانیں گے (بھی لیکن ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکیں گے‘ اس سے مزید رنج اور صدمہ ہوگا کیونکہ شناسا لوگوں سے توقع نفع کی ہوا کرتی ہے) واقعی (اس وقت سخت) خسارے میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور (دنیا میں بھی) ہدایت پانے والے نہیں تھے۔‘‘ (سورۂ یونس:۴۵)

میدان محشر کی عزت وذلت:

میدان محشر میں تمام اولین وآخرین انسان و جنات سب بیک وقت جمع ہوں گے' ہر شخص ایک دوسرے کو دیکھتا ہوگا اور ہر کارروائی کا مشاہدہ کرتا ہوگا۔ اس دن جسے عزت ملے گی' اس سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں اور جو بدنصیب اس دن ذلیل ہوجائے گا' اس سے بڑھ کر کائنات میں کوئی ذلت نہیں۔ اس لئے کہ اگر دنیا میں کسی کو کامیابی مل جائے تو اس کی خبر محدود لوگوں تک پہنچتی ہے' اس وجہ سے یہ عزت بھی محدود ہے' اس کے برخلاف جب میدان محشر میں کسی خوش نصیب بندے کی کامیابی کا اعلان ہوگا اور برسرعام اس کا اعزاز واکرام کیا جائے گا تو تمام اولین وآخرین اس سے باخبر ہوں گے' اور عزت کا دائرہ اتنا وسیع ہوگا جس کا لفظوں میں احاطہ نہیں کیا جاسکتا' لہٰذا وہاں کی عزت ہی حقیقی عزت ہے۔

اس طرح وہاں کی ذلت کے مقابلے میں دنیا کی بڑی سی بڑی ذلت بھی محدود ہے لیکن خدانخواستہ میدان محشر کی ذلت سے واسطہ پڑ جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی ذلت نہیں ہوسکتی۔

کافروں اور بدعمل لوگوں کی اسی ذلت ناک حالت کو قرآن کریم میں جابجا بیان کیا گیا ہے' چند آیات ملاحظہ ہوں:

"اور یہ مت خیال کر کہ اللہ تعالیٰ بے خبر ہے ان کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف' ان کو تو ڈھیل دے رکھی ہے اس دن کے لئے کہ پتھرا جائیں گی آنکھیں' دوڑتے ہوں گے اوپر اٹھائے اپنے سر' پھر کر نہیں آئیں گی ان کی طرف ان کی آنکھیں اور دل ان کے اڑ گئے ہوں گے اور اٹھائیں گے ہم ان کو قیامت کے دن' چلیں گے منہ کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے۔" (سورۂ بنی اسرائیل:۹۷)

"اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کو ملنا ہے گزران تنگی کی اور لائیں گے اس کو ہم قیامت کے دن اندھا' وہ کہے گا اے رب! کیوں اٹھا لایا تو مجھ کو اندھا اور میں تو تھا دیکھنے والا' فرمایا یونہی پہنچی تھیں تجھ کو ہماری آیتیں' پھر تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج تجھ کو بھلادیں گے۔"

(سورۂ طٰہٰ:۱۲۴تا۱۲۶)

"جس روز صور میں پھونک ماری جائے گی اور ہم اس روز مجرم لوگوں کو اس حالت سے جمع کریں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی' چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہوں گے کہ تم لوگ صرف دس روز رہے ہوگے' جس کی نسبت وہ بات کریں گے۔ اس کو ہم خوب جانتے ہیں جبکہ ان سب میں کا زیادہ صائب الرائے یوں کہتا ہوگا کہ نہیں تم تو ایک ہی روز رہے ہو۔" (سورۂ طٰہٰ:۱۰۲تا۱۰۴)

مذکورہ بالا آیات میں چند مناظر بیان کئے گئے ہیں ورنہ اس دن بے ایمانوں اور بدعملوں کو جس بدترین ذلت کا سامنا ہوگا' اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور اس کے بالمقابل اہل ایمان جس عزت وتکریم سے نوازے جائیں گے' وہ بھی ناقابل بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دن کی رسوائی سے بچائے اور حقیقی عزت سے نوازے۔ آمین۔ (مستفاد "اللہ سے شرم کیجئے" ص:۳۲۷تا۳۲۹)

پچاس ہزار برس کا ایک دن:

حشر کے دن کی سختی اور ہولناکی صرف چند دنوں یا چند سالوں کے لئے نہ ہوگی بلکہ قرآن واحادیث کی صراحت کے مطابق ایک دن پچاس ہزار سال کا ہوگا' تاکہ مجرموں کی تکلیف ومصیبت میں اضافہ ہوتا رہے اور حشر کے دن ہی سے عذاب وعقاب کی سزا سے دوچار ہوجائیں۔ سورۂ معارج میں اس دن کی مقدار کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

"جس کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار سال (کے برابر ہے)۔"

(سورۂ معارج:۴)

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس طویل ترین دن کو اہل ایمان کے لئے ایک فرض نماز کے وقت کے بقدر ہلکا فرمادے گا۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے بتایئے کہ قیامت کے دن جس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ "اس دن لوگ کھڑے ہوں گے رب العالمین کے حضور میں" تو اس دن کس کو کھڑے رہنے کی طاقت اور قدرت ہوگی؟ (اور کون اس پورے دن کھڑا رہ سکے گا؟ جس کے متعلق قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سچے ایمان والوں کے حق میں یہ کھڑا ہونا بہت ہلکا اور خفیف کردیا جائے گا' یہاں تک کہ ان کے لئے بس ایک فرض نماز کی طرح ہوجائے گا۔" (بیہقی ومسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث

میں حضرت ابو سعید خدریؓ کو جو جواب دیا اس کا اشارہ قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔

سورۂ مدثر میں فرمایا گیا:

"تو جب صور پھونک دیا جائے گا وہ دن بڑا سخت ہوگا' ایمان نہ لانے والوں کے لئے آسان نہ ہوگا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ یہ سخت اور بھاری دن ایمان والوں کے حق میں سخت اور بھاری نہ ہوگا بلکہ آسان اور ہلکا کردیا جائے گا۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ قیامت اور محشر کا دن مومن کے لئے دنیا کے ایک دن کی چھوٹی سے چھوٹی ایک ساعت کے بقدر ہوجائے گا۔ (فتح الباری ۴/۵۴۷ مستفاد "اللہ سے شرم کیجئے" ص:۳۳۲)

یعنی صلحأ اور مومنین اس دن اتنی عافیت سے ہوں گے کہ انہیں اتنا طویل وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔

محشر میں پسینہ کا عذاب:

میدان محشر کی ہولناک حالتوں میں سے ایک حالت یہ بھی ہوگی' اس دن ہر بدعمل شخص اپنی بدعملی کے بقدر پسینہ میں شرابور ہوگا اور اس قدر پسینہ نکلے گا کہ محشر کی زمین میں ستر ہاتھ تک نیچے چلا جائے گا۔

بخاری شریف کی روایت ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن لوگ پسینہ میں شرابور ہوں گے' یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین سے ستر ہاتھ نیچے اتر جائے گا اور ان کا پسینہ لگام کی طرح چپٹ جائے گا' یہاں تک کہ کانوں تک پہنچ جائے گا۔" (بخاری شریف ۲/۹۶۷ حدیث:۶۵۳۲)

اور مسلم شریف میں حضرت مقدادؓ کی روایت ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن سورج مخلوقات کے بالکل قریب آجائے گا' یہاں تک کہ لوگوں سے اس کا فاصلہ ایک میل کے بقدر رہ جائے گا۔ سلیم بن عامر فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! مجھے یہ نہیں معلوم کہ آپؐ نے میل سے زمین کی مسافت مراد لی ہے یا وہ میل (سرمہ کی سلائی) مراد ہے' جس سے آنکھوں میں سرمہ لگایا جاتا ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے' کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کا پسینہ ان کے ٹخنوں تک آئے گا اور بعض کا پسینہ ان کے گھٹنوں تک ہوگا اور بعض کا ان کے کولہوں کے اوپر تک (یعنی کمر تک) اور بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کے منہ میں جارہا ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے دکھایا (کہ ان کا پسینہ یہاں تک پہنچ رہا ہوگا اور ان کے اس منہ میں جارہا ہوگا)۔" (مسلم ۲/۳۸۴' الترغیب والترہیب ۴/۲۰۹)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ایک میدان میں جبکہ بھیڑ اتنی زیادہ ہوگی کہ ہر شخص کو صرف اپنا قدم ہی ٹکانا میسر آئے گا' لوگ اپنی اپنی بداعمالیوں کے بقدر پسینہ میں ڈوبے ہوں گے۔ یہ ایسی ہولناک صورت ہے کہ عقل انسانی اس کا تصور کرنے سے بھی عاجز ہے مگر اس پر ایمان لانا ضروری اور لازم ہے۔ (فتح الباری ۱۴/۴۸۱)

اس ہولناک دن میں کچھ اللہ کے مخصوص بندے ایسے بھی ہوں گے جن کو سورج کی گرمی ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچاسکے گی' وہ اس دن بھی امن و امان اور عافیت میں ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے:

"ولا یحضر حرھا یومئذ مومنا ولا مومنة"

(یعنی اس دن بھی سورج کی گرمی سے مومن مرد' عورت کو کوئی تکلیف نہ ہوگی) اس سے مراد کامل مومن ہیں جیسے حضرات انبیأ' صدیقین اور شہداء کہ ان کو میدان محشر میں کسی تکلیف کا سامنا نہ ہوگا۔ (فتح الباری ۱۴/۴۸۱۔۴۸۰' التذکرہ ۲۷۵' ۲۷۶' مستفاد "اللہ سے شرم کیجئے" ص:۳۰۲' ۳۲۱)

حشر کے دن صرف عرش کا سایہ:

اس جاں گسل اور دل و دماغ کو جھلسا دینے والے دن کچھ لوگوں کو رب العالمین کی طرف سے خصوصی اعزاز و اکرام سے نوازا جائے گا اور انہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا۔ جس میں ہر طرح کی عافیت اور چین و سکون میسر ہوگا۔ جیسے اس زمانے میں ایئرکنڈیشنڈ محلات ہوتے ہیں' جس میں کسی قسم کی گرمی' دھوپ اور تپش اثر انداز نہیں ہوتی' اس سے کہیں زیادہ آرام دہ عرش کا سایہ ہوگا۔ جس میں سات قسم کے لوگوں کو جگہ دی جائے گی اور وہ رب کریم کے خصوصی کرم اور قرب سے بہرہ ور ہوں گے۔

وہ سات قسم کے لوگ کون ہیں؟ انہی کا تذکرہ مضمون کے شروع میں نقل کردہ حدیث میں کیا گیا ہے' اب تفصیل کے ساتھ ان سات قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

۱:......امام عادل:

امام: امام مقتداء کے معنی میں ہے' جس سے عموماً حاکم مراد لیا جاتا ہے' لیکن علمأ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں لفظ امام سے مراد حاکم اعلیٰ کے ساتھ ساتھ ہر وہ آدمی ہے جس کے اوپر مسلمانوں

کے کسی بھی معاملہ کی ذمہ داری ہو' خواہ اس کا دائرہ کار کتنا ہی مختصر ہو۔

بہرحال اس سے شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنے دائرہ اختیار میں عدل و انصاف سے سرموانحراف نہ کرے' ایسے ہی منصف افراد کے بارے میں حدیث شریف میں ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصاف کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے قریب نور کے منبروں پر ہوں گے' یعنی وہ حضرات جو اپنی ہر ذمہ داری میں انصاف کا اہتمام کرتے ہیں' خواہ وہ حکومت یا فیصلے سے متعلق ہو یا اس کا تعلق خانگی ذمہ داریوں سے ہو۔''

(فتح الملہم ۳/۵۷)

عادل: عادل (منصف) کون ہے اور اس کے مفہوم میں کون لوگ آتے ہیں؟

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ عادل وہ ہے جو ہر چیز کو اس کا صحیح مقام دے۔ (عمدۃ القاری ۵/۱۸۷)

معاشرہ کے دوسرے افراد کے ساتھ انصاف یہ ہے کہ ان کے حقوق پہچان کر ان کی ادائیگی کا اہتمام کرے اور جو شخص جس حیثیت کا ہے' وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرے۔ اس لئے کہ ہر شخص سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

''کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔''

(بخاری ۱/۱۲۲ حدیث: ۸۸۳)

ترجمہ: ''تم میں سے ہر ایک اپنے ماتحت کا نگراں اور محافظ ہے اور اس سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرنا ہر شخص کی ذمہ داری ہے اور اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کے بعد اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ ایسے افراد کو عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا۔

چنانچہ اس عظیم اسلامی حکم کو امت مسلمہ کے فرزندوں نے اس مضبوطی سے اپنایا کہ اگر ان کے عدل و انصاف کے تابناک واقعات کو جمع کیا جائے تو مستقل کتابیں تیار ہو جائیں گی۔

☆☆.........☆☆

بقیہ ارشادات وملفوظات

کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کا قائل یا عامل قابل نجات ہے' اس کو اقرار رسالت کی ضرورت نہیں' باطل ہے۔

☆......کسی فن میں اس کے اصول اور قوانین کو ترک کرکے داخل ہونا اہل فن کے نزدیک اجماعی غلطی ہوتی ہے جس کو تمام اہل فن ضروری مانتے ہیں۔

☆......ایمان فرعون کے بارے میں جو کچھ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وہ جمہور کی رائے کے خلاف ہے۔ استدلال کی سخافت سے شبہ ہوتا ہے کہ غالباً یہ قول ان کا نہیں ہے بلکہ جیسا کہ بعض علماً کا قول ہے کہ ملاحدہ نے ان کی کتاب میں اپنی طرف سے زیادہ کردیا ہے۔

☆......عذاب کے دیکھنے کے بعد ایمان لانا نفع نہیں دیتا۔ اس قاعدہ کلیہ سے صرف قوم یونس علیہ السلام کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے' جس کی وجہ یہ تھی کہ حقیقتاً ان پر عذاب نہیں آیا تھا بلکہ حضرت یونس علیہ السلام کی جلد بازی کی بنا پر صورت عذاب نمودار کی گئی تھی۔

☆......فرعون نے ادراک غرق اور عذاب الٰہی کے مشاہدے کے بعد ایمان کے کلمات کہے۔ وہ ایماندار عنداللہ اور عندالشرع نہیں ہوا اور اس کی توبہ مقبول نہیں ہوئی' ادراک غرق کا مرتبہ تو رویت عذاب الٰہی اور رویت باس خداوندی سے بعد کا ہے' جب کہ رویت ہی سے ایمان کا نفع دینا ممنوع ہو جاتا ہے تو ادراک عذاب سے بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون اور فرعونیوں کے لئے بددعا میں ارشاد فرمانا: ''فلا یومنوا حتی یرو العذاب الالیم'' خود اس کے لئے شاہد عدل ہے' اگر ایسے وقت میں ایمان نافع ہوتا تو اس بددعا کے کوئی معنی نہیں تھے حالانکہ یہ دعا مقبول ہوئی اور فرمایا گیا: ''قد اجیبت دعوتکما'' (تمہاری دعا مقبول ہوئی)۔

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 7514972-7531133

ارشادات و ملفوظات

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

مسائل علمیہ:

☆...... ہم مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ سود کا لین دین اور معاملہ حرام سمجھیں اور اس سے باز آئیں اور اپنے اخراجات کم کریں تاکہ قرض لینے کی نوبت نہ آئے۔

☆...... علماء ہند نے فتویٰ دیا ہے کہ ایک مسجد کے اوقاف دوسری مسجد کی ضروریات میں صرف کر سکتے ہیں' بشرطیکہ مسجد کو ضرورت نہ ہو' بلکہ غیر ضروری آمدنی کو غیر مساجد پر بھی خرچ کرنے کی اجازت دی ہے۔

☆...... اعتکاف نہایت عمدہ اور موکد سنت ہے' جس کے معنی یہ ہیں کہ سائل اور محتاج غلام اپنے آقا کے دروازے اور گھر پر آ پڑے۔

☆...... حقوق العباد نہایت زیادہ خوفناک ہیں۔ حقوق اللہ تو توبہ صادق سے معاف بھی ہو جاتے ہیں' مگر حقوق العباد توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتے۔

☆...... یہ بات بالکل غلط ہے کہ علم حدیث کی تدوین تین صدی کے بعد ہوئی۔ علم حدیث کی تدوین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ سے شروع ہوئی تھی' حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کے لکھنے کی اجازت دے دی تھی' وہ لکھا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ احادیث نبویہ کا حافظ کوئی دوسرا بجز عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔ (بخاری)

☆...... تسوید احادیث زمانہ نبوی علیہ السلام میں شروع ہوئی تھی جو کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توجہ سے ترقی پذیر ہوتی رہی (اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصاحف کو منضبط کر دینے کی بنا پر پورے اطمینان اور وثوق کے ساتھ اس پر توجہ ہوگی) مگر یہ تحریریں محض یادداشت اور مسودے کے طور پر تھیں' کوئی ترتیب نہ تھی۔

☆...... تدوین حدیث کا ابتدائی دور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے ہی حسب الحکم شروع ہو جاتا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصاحف کی ترتیب کے بعد اس میں ترقی ہو جاتی ہے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں عام طور پر تسوید اور ترتیب ابواب جاری ہوگئی اور روز افزوں ترقی کے ساتھ اخیر صدی تک میں بڑی بڑی کتابیں مرتب اور مہذب ہو کر وجود میں آ گئیں۔ ہر حدیث کے معلم کے یہاں املاء کا طریقہ جاری تھا' ان محدثین کی جو کہ پہلی ہی صدی اور زمانہ صحابہ کرام میں مشہور بالروایت اور تدریس حدیث ہیں' کیفیت تاریخ میں ملاحظہ فرمائیے۔ صرف یہی طریقہ نہیں تھا کہ احادیث مجمع تحدیث میں سنا دی جائیں اور ان کی تفسیر کر دی جائے' بلکہ عموماً قلم' دوات اور کاغذ ہر طالب علم کے پاس ہوتا اور استاد کی مرویات کا ایک خزانہ جمع ہو جاتا تھا' جس کی یادگار مجامع ہیں' معجم صغیر و کبیر' اوسط طبرانی کی اسی (دور) کی یادگار ہیں۔ ان مجامع میں استاد کی جملہ روایات رطب و یابس لکھی جاتی تھیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اولاً یہ قدم اٹھایا کہ ان روایات کی چھان پھٹک اور کاٹ چھانٹ کی اور اسی وجہ سے ان کی کتاب موطا زیادہ محدثین میں بہت مقبول ہوئی۔

☆...... جو کچھ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از قسم تفسیر کلام اللہ اور از قسم دینیات ارشاد فرمائیں گے وہ سب وحی ہے' ہاں بعض وحی اس قسم کی ہے جس کے الفاظ بھی القاء فرمائے گئے ہیں اور بعض وہ ہے جس کے معنی القاء کئے گئے ہیں اور الفاظ میں اختیار دیا گیا ہے۔ ان معنی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں ادا فرماتے ہیں' پھر وہ الفاظ دو قسم کے ہیں' بعض وہ ہیں جن کی نسبت جناب باری عزاسمہ کی طرف ہے اور اکثر وہ ہیں جن کی نسبت جناب باری عزوجل کی طرف نہیں' اول الذکر قرآن ہے' ثانی حدیث قدسی ہے' ثالث عام حدیث قولیہ ہیں۔ سب واجب التسلیم ہیں مگر فرق ثبوت کے درجات میں ہے۔

☆...... قرآن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتراً منقول ہے یعنی اس کو نقل کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر نفوس کثیرہ رہے ہیں' جن میں جھوٹ بولنے یا غلطی کرنے کا احتمال باقی نہیں رہتا' اس لئے اس کا منکر کافر ہے اور اس کا ماننا عقلاً ونقلاً

ضروری ہے اور احادیث قدسیہ ہوں یا غیر قدسیہ ان کو نقل کرنے والے اتنے کثیر نفوس نہیں ہیں اس لئے ان میں احتمال جھوٹ یا غلطی کا آتا ہے [illegible] قطعی الثبوت نہ ہوں گی اور ان کا منکر کافر [illegible] تحقیق ہمارے لئے ہے۔ صحابہ کرامؓ کے لئے نہیں ان کے لئے قرآن اور ارشادات نبویہ سب قطعی الثبوت ہیں۔

☆...... جو ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب عادت بشری ہوں ان کا تعلق دینیات اور تفسیر کلام اور تبلیغ من اللہ سے نہ ہو۔ روز مرہ کے بشری کاروبار دنیاویہ وغیرہ میں کلمات ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا تعلق وحی والی حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ انتم اعلم بامور دنیاکم۔

☆...... وحی کی اقسام آٹھ یا نو ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہیں۔ الہام اور کشف بھی وحی ہے۔ ان کے دل میں کوئی بات منجانب اللہ آ جائے جس کو ان کو بتلادیا جائے کہ منجانب اللہ ہے۔ تو وحی ہے وغیرہ وغیرہ۔

☆...... حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک حضوری مدینہ منورہ کے بارے میں مرجوح بلکہ غلط مسلک ہے۔ مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین اور شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیاوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا تھا بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہئے۔ محبوب حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ سے اور وسیلہ سے ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے [illegible] نزدیک بھی [illegible] کر حج کے [illegible] علم کے توسل سے قبولیت حج وعمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ مسجد کی نیت خواہ طبعاً کرلی جائے مگر اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کی جائے۔ تاکہ الا زیارتی والی روایت پر عمل ہو جائے۔

☆...... مدینہ منورہ میں کم از کم آٹھ دن ضرور قیام فرمائیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھیں کہ کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو تو اس کے لئے نفاق اور نار سے براءت لکھی جاتی ہے۔

☆...... فلسفہ خواہ یونانی ہو یا یورپی اس حالت میں تغیر پیدا کرتا ہے جو شرعی اور آسمانی تعلیمات سے ہونی چاہئے۔

☆...... نہایت دعا کا اثر یہی نہیں کہ ہم جو مانگتے ہیں بعینہ وہی چیز حاصل ہو۔ حکیم و رحیم بمقتضائے حکمت و رحمت بھی ہماری بہبودی کی چیز عطا فرمائے اجابت دعا اس میں سے ہوگا۔

☆...... تفسیر "اولیا" میں ایمان اور تقویٰ کو ذکر فرمایا ہے اور دونوں قلبی امور میں سے ہیں۔ ایمان کا قلبی ہونا ظاہر ہے فرماتے ہیں: "قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم" (الآیہ) اور تقویٰ کے لئے ارشاد ہے: "الا ان التقوی ھھنا واشار الی القلب" (اوکما قال)

☆...... مدار ولایت حقیقت میں موجودہ اعمال اور احوال اور صفات ظاہرہ اور باطنہ پر نہیں ہے بلکہ حسن خاتمہ پر ہے فرمایا جاتا ہے: "ولا تموتن الا وانتم مسلمون" (اور) حدیث شریف میں ہے "انما الاعمال بالخواتیم"

☆...... خواہ کیسی ہی تقویٰ پر انسان ہو اور کیسے ہی اعمال صالحہ اور کشف و کرامات کا مظہر ہو کسی کے متعلق ولایت حقیقیہ کا فتویٰ نہ عامی دے سکتا ہے اور نہ کوئی ولی دے سکتا ہے جب تک کہ خاتمہ کا علم نہ ہو جائے اور یہ مخصوص بعلم اللہ ہے یا وحی سے پیغمبر کو علم کرادیا جاتا ہے۔

☆...... انا مدینة العلم یا انا دار الحکمة وعلی بابھا نہ تو صحیحین میں ہے اور نہ روایت ذکر کرنے والے اس کی تصحیح فرماتے ہیں۔

☆...... "انا مدینة العلم"...... الخ اصل الف اور لام میں عہد خارجی ہے جس کے معنی علم طریق الاسولین والباطنین فرد معین کا ارادہ کرتا ہے خواہ اس کا تعین عبارۃً ہو یا حضوراً عملاً یا حساً لہٰذا کیوں نہیں ممکن ہے کہ کسی خاص عالم کا ارادہ فرمایا گیا ہو اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مخصوصہ تمام صحابہ کرام سے پہلے صرف تصوف کا انتشار وابتدا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا دنیا میں جس قدر بھی سلاسل طریقت ہیں سب کا مرجع حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی ہے نقشبندیہ کا ایک سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچا ہے مگر اس میں انقطاع بہت زیادہ ہے۔

☆...... اسرار تکوینیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا پیش نہیں آیا حالانکہ ان کا تعلق اسی عالم شہادت کے ساتھ تھا پھر تکوینیات علویہ اسرار غیب میں ہم جیسوں کا کیا حال ہوگا اس لئے اس کو ترک کردینا ہی ضروری ہے۔

☆...... صراط مستقیم ملفوظات حضرت سید احمد

شہید رحمۃ اللہ علیہ اور امداد السلوک اور مکتوبات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ فرمایئے' ارباب سکر' جو کہ مغلوب بالسکر ہیں' ان کی تصانیف سے اس وقت تک احتراز ضروری ہے' جب تک کہ ہم کو اور آپ کو ان کا مقام نہ حاصل ہو جائے۔

☆...... صلوٰۃ تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحاح میں روایت موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے شب میں بھی اور وسط شب میں بھی اور آخر شب میں تہجد پڑھی ہے مگر آخری ایام میں زیادہ تر اخیر شب میں پڑھنا ہوا ہے' جس قدر بھی رات کا حصہ متاخر ہوتا جاتا ہے' برکات اور رحمتیں زیادہ ہوتی جاتی ہیں اور سدس آخر میں سب حصوں سے زیادہ برکات ہوتی ہیں۔ تہجد ترک ہجد یعنی ترک نوم سے عبارت ہے۔ اس لئے اوقات نوم بعد عشاء سب کے سب وقت تہجد ہی ہیں۔

☆...... ملائکہ جن کو بالذات طہارت اور روشنی سے محبت ہے اور نجاست وظلمات سے نفرت ہے' وہ اس (طہارت) کی وجہ سے نمازی کے ساتھ تعلقات پیدا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبوبیت حاصل ہوتی ہے۔

☆...... الفاظ قرآنیہ اور اسمائے باری عزوجل اور ادعیہ ماثورہ اور درود شریف کی تاثیریں سمجھنے پر موقوف نہیں ہیں۔ گل بنفشہ جان کر پیجئے' یا بغیر جانے ہوئے اسہال بلغمی کا حاصل ہونا ضروری ہے۔ الفاظ قرآنیہ اور اسمائے باری عزوجل حامل تاثیرات ہیں' جو کہ بے سمجھے ہوئے بھی حاصل ہوتی ہیں اگرچہ کمزور بہ نسبت سمجھنے کے ہوں۔

☆...... ارکان اسلام اور اس کے سنن وآداب کو دیکھئے:"ضعیف الانسان مخلوق من الماء المھین" بشر کے لئے وہ اعلیٰ مکان اور رفیع مرتبہ دکھائی دیتا ہے کہ جس کو اگر کروبی بنظر غبطہ دیکھیں یا مولی العالمین محفل ملائکہ میں مباہات فرمائے اور الذین یحملون العرش ومن حولہ اس کے لئے دعوات صالحہ سے رطب اللسان ہوں تو کچھ تعجب نہیں ہے' افسوس ہے ہم اپنی نمازوں سے سخت غافل ہیں۔

☆...... مومن محمدی نماز میں ان ادناس مادیہ سے اٹھایا جاتا ہے' تدلی اور قرب کی نعمت عطا کی جاتی ہے:"فان اللہ بینہ وبین قبلتہ" شاہد عدل ہے۔ تدلی اور قرب کی نعمت عطا کی جاتی ہے' حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر نمازی کے سامنے جب کہ وہ نماز کی نیت کرتا ہے' تجلی خداوندی اور حقیقت از حقائق الٰہیہ ظہور پذیر ہوتی ہے' خواہ وہ اس کا احساس کرے یا نہیں اور اسی تجلی کو راز "فان اللہ بینہ وبین القبلۃ" قرار دیتے ہیں اور اس تجلی کی نسبت ذات مجمع الکمالات سے نسبت ساق الی الذوات قرار دیتے ہوئے یوم یکشف عن ساق (الآیۃ) کی توجیہ فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی سورۂ قیامہ میں اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ نمازوں میں رہنے کی وجہ سے اس تجلی خداوندی سے مومن محمدی کو طبعی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ میدان قیامت میں ذریعہ معرفت خداوندی ہو جائے گی اور مومن سجدہ میں گر جائے گا۔

☆...... ختم تراویح پر کچھ تقسیم کرنا سلف سے منقول نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف تین راتوں میں پڑھا تھا اور پھر فرضیت کے خوف سے ترک کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی جماعت باقاعدہ منظم فرمائی' مگر ختم میں کچھ تقسیم کرنا روایت میں نظر سے نہیں گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب سورۂ بقرہ یاد کر لیا تو خوشی میں احباب کے کھانے کی دعوت کی۔ اس روایت اور اس قسم کی دوسری روایات سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اگر ختم قرآن جیسی نعمت حاصل ہونے پر احباب وغیرہ کو کچھ پیش کیا جائے تو خلاف شرع نہ ہوگا۔

☆...... چونکہ عرب کے اصلی لباس میں ازار (تہبند) ہی تھا اور یہ پاجامہ فارس وغیرہ سے عرب میں داخل ہوا ہے' وہاں کے لوگ اس کو شلوار کہتے تھے۔ اس لئے عرب نے اس کی تعریف سروال کے لفظ سے کی ہے' یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کا مفرد نہیں ملتا' اب اس کے بعد اس کی ساخت کیسی تھی؟ اس کا پتہ چلانا مشکل ہے۔

☆...... قرآن شریف میں ہے:"ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ" (الآیہ) اس لئے تعمیر مساجد میں بلاواسطہ ان کا مال نہ خرچ ہونا چاہئے' ہاں وہ اگر ایسا کریں کہ کسی مسلمان کو مال کا مالک کر دیں اور وہ خوشی سے اس مال کو مسجد میں لگا دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

☆...... مدرسہ دینیہ میں غیر مسلم کا چندہ لیا جا سکتا ہے اور طلبہ یا دیگر مذہبی یا تعلیمی امور میں صرف کیا جا سکتا ہے۔

☆...... مجامع عامہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فضائل اور محاسن اخلاق و اعمال اور تعلیمات بیان ہونے چاہئیں جن کو عوام ادراک کر سکیں اور ان میں جذبہ عمل و اتباع پیدا ہو اور اپنی اصلاح کے درپے ہوں۔

☆...... نہ فقط اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت کا ایمان بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کے معتبر ہے اور نہ فقط رسول پر ایمان بغیر اللہ کے اور اس کی توحید کے ایمان کے معتبر ہے اور نہ بعض رسولوں پر ایمان اور بعض پر عدم ایمان معتبر ہے۔ اس لئے یہ قول

باقی صفحہ 10 پر

اتحادِ اُمّت اور اسلام

مولانا عمران اللہ قاسمی

قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات صاف طور سے واضح ہوتی ہے کہ کسی بھی قوم کی کامیابی و کامرانی، عظمت و سربلندی اور عزت و افتخار کے اعلیٰ مقام کو حاصل کرنے میں باہمی اتحاد و اتفاق، بھائی چارگی اور جذبہ خیر سگالی کا نہایت اہم کردار ہوتا ہے، لیکن جب کوئی قوم باہمی اتحاد کو کھو دیتی ہے اور اس کے آپسی اتحاد کی رسی کمزور پڑ جاتی ہے، اس کے افراد میں نااتفاقی اور عدم تعاون جیسی مہلک بیماریاں رونما ہو جاتی ہیں تو اس قوم کی معاشرتی و سماجی بنیاد کھوکھلی ہو جاتی ہے، اور پھر وہ قوم عزت و افتخار کی فلک بوس چوٹیوں سے ذلت و رسوائی، انحطاط و تنزل کے عمیق گڑھوں میں جا گرتی ہے، اور بدامنی و انارکی اور انتشار و لامرکزیت کا شکار ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش بے وقعتی اور غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اتحاد کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے، یہ اگرچہ ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر عملی لحاظ سے نہایت ہی قیمتی ہے کیونکہ ایک عمدہ سماج اور معاشرے کی تشکیل، پھر اس کی تعمیر و ترقی اسی وقت ممکن ہے جب لوگ آپس میں ایک دوسرے کی عزت و احترام کا خیال رکھتے ہوں، نیک ارادے اور بھلائی کے لئے آپسی میل جول، پیار و محبت، صدق دلی اور جذبہ ایثار سے سرشار ہوں، آپسی لڑائی اور رسہ کشی سے گریز اور بوقت ضرورت باہمی تعاون ان کا خاص شعار ہو، اگر کسی قوم کے افراد ایسی عمدہ اور اعلیٰ صفت کے حامل ہوں تو اس کا روبہ ترقی ہونا اور کامیابی کی طرف گامزن ہونا یقینی ہے اور یہی اتحاد کا مفہوم اور اس کا مطلوب و مراد ہے۔

اتحاد و اتفاق کی اہمیت:

اسلام ایک کامل مکمل اور ہمہ جہتی مذہب ہے جو عبادات، معاملات غرض انسانی زندگی کے تمام گوشوں سے بحث کرتا ہے وہ صرف عبادت کا طریقہ بتا کر ہی خاموش نہیں ہو جاتا بلکہ زندگی بسر کرنے کے لئے مکمل نظام حیات بھی فراہم کرتا ہے، منزلی، عائلی، شہری، ملکی، اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، معاشی، سیاسی اور بین الاقوامی غرض حیات انسانی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے، جس کے بارے میں احکامات موجود نہ ہوں اور زندگی کی کوئی گزرگاہ ایسی نہیں، جہاں پر اسلام کے ہدایت نامے آویزاں نہ ہوں، جس طرح وہ حقوق اللہ کو اہمیت کے ساتھ بیان کرتا ہے اور ان کو لازم قرار دیتا ہے، اسی طرح حقوق العباد اور معاشرتی امور کو بھی اہمیت کے ساتھ بیان کرتا ہے اور ان کو اپنانے پر زور دیتا ہے، معاشرتی زندگی سے متعلق اسلامی تعلیمات میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام کی تعلیمات میں باہمی اتحاد، قومی یکجہتی، اور آپسی میل جول کو نمایاں مقام حاصل ہے، نیز آپسی اتحاد کے مطالبہ کے ساتھ ساتھ اس کو حاصل کرنے کا طریقہ اور دوام بخشنے والے جامع اصول بھی اسلام بتلاتا ہے جس سے مذہب اسلام میں اس کی اہمیت مکمل طریقہ پر واضح ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ آپس میں تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، اللہ خوب جاننے والا ہے پورا باخبر ہے۔''

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرد اور عورت سے انسان کی پیدائش کا تذکرہ کر کے لطیف انداز میں آپسی میل جول اور اتحاد و اجتماعیت کا مطالبہ کیا ہے کہ تم لوگوں کو قومی و خاندانی تعصب اور آبائی تقلید سے بلند ہو کر آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا چاہئے، آیت کریمہ میں اتحاد و مساوات کی ایک انوکھے اور عمدہ طریقے سے تعلیم دی گئی ہے کہ کوئی انسان دوسرے کو کمتر اور ذلیل نہ سمجھے، قبیلہ اور خاندان، عزت و افتخار کا ذریعہ نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے

خاندان اور قوموں کا فرق تعارف کے لئے رکھا ہے تاکہ اس کے ذریعہ ایک نام کے دو آدمیوں میں امتیاز کیا جاسکے‘ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت و افتخار کی چیز صرف تقویٰ ہے‘ یہ لوگوں کو اپنے اندر اتحاد پیدا کرنے کی ایک انوکھے انداز پر دعوت ہے کیونکہ اتحاد کی راہ میں تفاخر ایک عظیم رکاوٹ ہے اور ان تمام کو اللہ کا خوف ہی ختم کرسکتا ہے‘ جب اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا تو طلب جاہ اور تفاخر و غرور جیسی بیماریاں نہ ہوں گی‘ جس کی وجہ سے تمام انسانوں کا ایک نقطہ پر متحد ہونا ممکن ہوگا‘ لہٰذا ایک ماں باپ کی اولاد کی طرح متحد رہنا قبائلی و نسلی تعصب کو ترک کرنے اور اپنے دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے کے بعد ہی ممکن ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے‘ جس سے اتحاد و اتفاق کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ بات جو نہیں کرتے‘ کس قدر ناراضگی کی بات ہے اللہ کے نزدیک کہ تم وہ بات کہو جو تم نہیں کرتے‘ بلاشبہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے جو صف بستہ ہوکر اس کی راہ میں لڑتے ہیں جیسے کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔‘‘

(سورۂ صف:۲ تا ۴)

آیت کریمہ میں ایسے کام کے دعوے کی ممانعت کی گئی‘ جس کے کرنے کا عزم وارادہ ہی انسان کے دل میں نہ ہو کیونکہ یہ تو محض ایک جھوٹ ہے جو صرف نام ونمود کے لئے ہوسکتا ہے اور یہ ایسا عمل ہے جو گناہ کبیرہ اور اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا بھی سبب ہے‘ جبکہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل یہ ہے کہ اسلام کے نام لیوا کسی اسلامی مہم کے لئے اپنے اندر اتحاد پیدا کریں اور یہ اتحاد بھی ایک خاص کیفیت کے ساتھ مطلوب ہے کہ یہ اتحاد اتنا مضبوط ہو کہ اسلام کے نام لیوا حضرات اسلام کی خاطر سیسہ پلائی دیوار کی طرح باہم یک جان دو قالب بن جائیں تو یہ ایسا اتحاد ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے آیت کریمہ سے متحدہ جدوجہد کا پسندیدہ ہونا اور ایک بڑی کسوٹی ہونا صاف سمجھ میں آرہا ہے‘ کیونکہ اگر اسلام کے محاذ پر ایسے لوگ قابل لحاظ تعداد میں جمع ہوجائیں تو لازماً کامیابی ان کے قدم چومے گی اور جو لوگ اپنے سینوں میں انا کے بت لئے بیٹھے ہوں اور صرف زبان درازی سے واقف ہوں ان کا قول بلاعمل اللہ تعالیٰ کی نظر میں بالکل بے قیمت ہے خواہ وہ اپنی خوش فہمیوں کی دنیا میں کتنے ہی بڑے نظر آتے ہوں‘ اس لئے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ اور پسندیدہ کسوٹی متحدہ عمل ہے‘ اس کے علاوہ کوئی کسوٹی بظاہر کتنی ہی بڑی دکھائی دے خدا کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے‘ لہٰذا اس پسندیدہ عمل کو اپنا کر اپنی زندگیوں میں اتحاد پیدا کرنا چاہئے‘ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اس کو ایک نعمت سے تعبیر فرمایا ہے اور دعوت اتحاد کے بعد پھر پچھلی حالت کو بھی مدنظر رکھنے کا حکم صادر فرمایا تاکہ اس اتحاد والی زندگی کا ماقبل والی زندگی سے موازنہ کرنے کے وقت نعمت خداوندی پر شکر کے کلمات ادا ہوں‘

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے جیسا اس سے ڈرنا چاہئے اور نہ جان دو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو‘ اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوط پکڑ لو اور متفرق نہ ہو اور اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو جب تم لوگ آپس میں دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی اور اس کے فضل سے تم بھائی بھائی ہوگئے۔‘‘

(سورۂ آل عمران:۱۰۲‘۱۰۳)

ملت کے شیرازے کو متحد اور منظم کرنے کے لئے مذکورہ آیات میں دو ہدایتیں یکے بعد دیگرے کی گئیں‘ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کا امر فرمایا اور تادم زیست دامن اسلام سے وابستگی رکھنے کی تلقین فرمائی‘ کیونکہ تقویٰ اور دامن اسلام سے وابستگی ہی تمام اہل ایمان کو متحد کرسکتی ہے‘ پھر بعد والی آیت میں صراحتاً اللہ کے عطا کردہ نظام کو مضبوطی سے تھام لینے کی تاکید فرمائی اور تفرقہ بازی اور انتشار سے منع فرمایا اور اس برے وقت کو جبکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے یاد دلا کر اپنی نعمت واحسان کا تذکرہ فرمایا کہ اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کردی جس کی وجہ سے تم بھائی بھائی بن گئے‘ اس انداز کے ساتھ مذکورہ اصول بیان کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ملت اسلامیہ کا شیرازہ خود بخود منظم ہوجائے پھر تمام اہل ایمان کو ایک ہی نقطہ (حبل اللہ) کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا حکم فرمایا‘ آیت مذکورہ میں قرآن کریم کو یا دین اسلام کو حبل اللہ سے تعبیر کرنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ یہی وہ واحد اور سیدھا راستہ ہے جو ایک طرف تو اہل ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم کرتا ہے اور پھر تمام ایمان والوں کو باہم ملا کر ایک جماعت

بناتا ہے اور یہی وہ حکیمانہ طریق ہے جس کو اپنا کر تمام مسلمان ایک جھنڈے تلے جمع ہو سکتے ہیں اور آپس میں منظم ہو سکتے ہیں جس طرح کوئی جماعت مضبوطی سے رسی کو پکڑ لے تو وہ اجتماعیت جسم واحد بن جاتی ہے اسی طرح مسلم قوم بھی اگر ان اصولوں کو پالے تو پھر اس کی اتحادی قوت اور اجتماعی طاقت بھی غیر متزلزل اور ناقابل تسخیر بن سکتی ہے' کیونکہ کسی بھی قوم کے متحد ہونے کے لئے کسی خاص مرکز اور نقطہ اتحاد کا ہونا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ نے حبل اللہ کی شکل میں عنایت فرمایا ہے جبکہ اس کائنات عالم میں بسنے والی دوسری کسی قوم کے پاس اس جیسا نقطہ اتحاد نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اس سلسلے میں ایسے مختلف نظریے پیش کئے کہ ان پر تمام انسانوں کا جمع ہونا ناممکن ہے' کہیں پر رنگ نقطہ وحدت ہے کہ سفید فام لوگ ایک قوم ہیں اور سیاہ فام لوگ ایک دوسری قوم ہیں اور کہیں پر آبائی رسم و رواج کو مرکز وحدت قرار دیا گیا کہ جو بھی ان کو مانتا ہے وہ ایک قوم ہے اور جو نہیں مانتا ہے دوسری قوم ہے جیسے ہندو اور آریہ سماج کے لوگ' ظاہر ہے اس طرح کا نقطہ اور طریقہ کار قوم کو متحد کرنے کے بجائے اور اس کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے بجائے اس کے اتحاد کو پارہ پارہ کردے گا اور ایک ہی مذہب کے ماننے والوں کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے' اس لئے قرآن کریم نے نسلی' نسبی رشتوں کو چھوڑ کر اور رنگوں کے امتیاز کو بالائے طاق رکھ کر اور آبائی رسوم و رواج کو پامال کر کے صرف حبل اللہ کو نقطہ وحدت قرار دیا جس کو اپنانا ہر کسی کے لئے اختیاری امر ہے' ہر انسان اس کو اپنا کر اجتماعیت اسلام میں داخل ہو سکتا ہے چاہے وہ مشرق کا رہنے والا ہو یا مغرب کا' چاہے کسی بھی لسان و زبان اور رنگ و نسل سے وابستہ ہو اس نقطہ اجتماعیت پر جمع ہونے سے کوئی چیز اس کے لئے مانع نہیں بن سکتی' دنیا بھر کے انسان اس مرکز وحدت پر جمع ہو کر بھائی بھائی بن سکتے ہیں اور اتحاد کی جیتی جاگتی اور مضبوط مثال قائم کر سکتے ہیں۔ آیت مذکورہ سے واضح طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ کے نزدیک اتحاد کی بڑی اہمیت ہے' اللہ تعالیٰ نے اتحاد کو قائم کرنے اور اس کو مضبوط اور پائیدار بنانے کے لئے ہر فرد کو الگ الگ ذمہ دار قرار دیا' انفرادی طور پر ہر آدمی کو اپنے اعزہ و اقارب' پڑوسیوں اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور صلہ رحمی کرنے کا مکلف بنایا اور اس پر خاص توجہ دلائی تاکہ معاشرے میں باہمی محبت کا بول بالا ہو اور باہمی تعاون' آپسی اتحاد کا فروغ ہو' چنانچہ اسلامی تعلیمات میں والدین' اولاد' دوست احباب' پڑوسی اور متعلقین وغیرہ کے ساتھ اچھائی سے پیش آنے اور حسن سلوک کرنے کے بارے میں بے شمار ہدایات موجود ہیں جو اسلام میں اجتماعیت کی ضرورت و اہمیت میں مزید اضافہ کر دیتی ہیں اور یہ ایسی حقیقت کا انکشاف ہے جس کو صرف اسلام میں موجود پایا جا سکتا ہے جو اس بات کا کھلا اعتراف ہے کہ اسلام میں اتحاد و اجتماعیت کی اہمیت صرف بلند ہی نہیں بلکہ ہمہ گیر بھی ہے۔

نا اتفاقی کے نقصانات:

اسلامی تعلیمات میں غور و فکر کرنے کے بعد اس کی اہمیت کو دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اسلام میں اتحاد و اجتماعیت کو یہ غیر معمولی اہمیت کیوں دی گئی' اسلام اپنے پیروکاروں میں اتحاد پیدا کرنے پر اس قدر مصر کیوں ہے؟ وہ ملی اتحاد میں شگاف ڈالنے والوں کو وعیدیں کیوں سناتا ہے؟ پھر بھی اتحاد و اتفاق قائم کرنے کی دعوت دیتا اور کبھی اس کو نعمت سے تعبیر کرتا ہے اور اتحاد سے پہلے والی حالت پر غور کرنے کی تلقین کرتا ہے' ان تمام باتوں میں غور و فکر سے اتنی بات صاف طور سے سمجھ میں آئی ہے کہ اتحاد و اتفاق میں کوئی ایسی خاص کامیابی پوشیدہ ہے جس کی وجہ سے اسلام اپنے متبعین کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا دیکھنا چاہتا ہے' کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسلام میں اس کو اس قدر غیر معمولی اہمیت ہرگز نہ دی جاتی اس سوال کا جواب ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بخوبی مل جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''اجتماعیت کو لازم پکڑلو اور پھوٹ سے بچو کیونکہ شیطان اکیلے شخص کا ساتھ پکڑ لیتا ہے جبکہ وہ دو سے بہت دور رہتا ہے۔'' (ترمذی شریف ۲/۳۹)

یعنی اپنے کو اجتماعیت سے وابستہ رکھنا' اس لئے ضروری ہے تاکہ ایمانی زندگی کی ٹھیک ٹھیک حفاظت ہو سکے' تاریخ اس بات کی شاہد ہے اور یہ مشاہدہ بھی ہے کہ اسلام کی مطلوبہ اجتماعیت نہ ہونے سے دین و ایمان شدید خطرات میں گھر جاتے ہیں۔

۱:...... اگر کسی معاشرے میں اتحاد و اتفاق نہ ہو تو وہ معاشرہ غلط افکار و اعمال اور باطل اقدار کے لئے زیادہ سازگار ہوتا ہے بہ نسبت صالح افکار و اعمال کے کہ یہ سازگاری ان کے لئے نہیں ہو سکتی' بلکہ ایسی صورت میں بعض امور دینیہ کے قیام سے بالکل عاجزی ہو جاتی ہے' اس کے علاوہ اور بھی

بہت سے نقصانات دین میں جگہ بنا لیتے ہیں اور اس کی روح کو ملیامیٹ کر ڈالتے ہیں۔

۲:...... مثلاً جہاد فی سبیل اللہ جیسا اہم رکن جس کو حدیث شریف میں کھلم کھلا سب سے افضل عمل قرار دیا گیا ہے اور اس کے اشتیاق سے عاری سینے کو نفاق والا سینہ قرار دیا گیا، قرآن کریم میں اس کی ترغیب دی گئی، اس مبارک عمل کو انجام دینے کے لئے باہمی اتحاد و اتفاق ضروری ہے تاکہ اس کے ذریعہ فتنہ و فساد کا سلسلہ بند کیا جاسکے ورنہ اتحاد و اتفاق نہ ہونے کی صورت میں اس امر عظیم کو انجام نہیں دیا جاسکتا، کفار و مشرکین کی سرکشی اور فتنہ و فساد کو نہیں روکا جاسکتا، جس کی وجہ سے لازمی طور پر مسلم قوم میں مرعوبیت اور احساس کمتری جیسی بیماریاں جنم لے لیں گی۔

۳:...... اسی طرح جب باہمی اتحاد رخصت ہوجائے اور انتشار پھیل جائے تو راست بازی، امانت داری، وفاشعاری، ایثار، خیرخواہی، تحمل و سنجیدگی، نرم خوئی، نرم گفتاری جیسے بے شمار فضائل محض تصورات بن کر رہ جائیں گے کیونکہ زیادہ تر ان چیزوں کا تعلق باہمی روابط سے ہے اور جب یہ فضائل معاشرے سے مٹ جائیں گے تو اس کے برے اثرات زندگی میں دیکھنے کو ملیں گے، قوم کی ثقافتی اور تمدنی زندگی حد درجہ متاثر ہوگی، آرام و راحت، امن و سکون بالکل غارت ہوجائے گا۔

۴:...... جب مسلم معاشرے میں اجتماعیت نہ ہو اور افراتفری کا ماحول ہو اور سرکشی کا بازار ہو تو پھر ایسے لوگوں پر باطل اقتدار کا قائم ہوجانا یقینی ہے جو دینی حس اور ایمانی حمیت پر مسلسل چوٹیں لگاتا رہتا ہے اور ان کی دینی ایمانی غیرت کو نیست و نابود کرنے کے لئے ہر ممکن حربہ استعمال کرتا رہتا ہے، جس کے نتیجہ میں صالح اقدار کے لئے ماحول انتہائی تنگ ہوجاتا ہے اور ان کے لئے اس ماحول میں جینا دوبھر ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ بعض مذہبی شعائر پر اس قدر ضرب پڑتی ہے کہ ان کی ادائیگی دشوار تر ہوجاتی ہے جیسا کہ آج کے زمانہ میں واضح طور پر یہ تمام باتیں دیکھنے کو ملتی ہیں کہ باطل کس طرح مسلمانوں کے اختلاف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور ان پر کاری ضرب لگاتا ہے، یہ تمام وہ خطرات و نقصانات ہیں جو اتحاد جیسی عظیم دولت کو کھودینے اور شیرازہ منتشر ہوجانے کی حالت میں امت مسلمہ کو درپیش ہوتے ہیں۔

۵:...... قرآن کریم نے ایک جگہ اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول کا امر صادر کرتے ہوئے آپسی نزاع سے منع فرمایا ہے اور اس کے نتیجہ اور نقصان سے بھی واقف کرادیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہوجائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، صبر سے کام لو بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" ...... (سورۂ انفال:۴۶)

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا امر صادر کرتے ہوئے آپسی نزاع، لڑائی، جھگڑے سے منع فرمایا اور اس باہمی نزاع کے نتیجہ سے بھی باخبر کیا گیا کہ آپسی لڑائی اور باہمی جھگڑے کی وجہ سے تم ذاتی طور پر کمزور اور بزدل ہوجاؤ گے کیونکہ باہمی اتحاد اور اتفاق کی صورت میں معاشرے کا کوئی فرد تنہا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ پوری جماعت کی طاقت ہوتی ہے وہ اپنے اندر اپنی جماعت کی طاقت کے بقدر حوصلہ پاتا ہے، لیکن جب اتحاد و اتفاق نہ رہا اور آپسی لڑائی ہونے لگے تو قوم کی اجتماعی قوت منتشر ہوجائے گی اور پھر ان میں کمزوری کا آنا لازمی ہے اور یہ آپسی نزاع کمزوری کا باعث اس لئے ہے کہ جو طاقت دوسروں کو مغلوب کرنے میں کام آتی ہے وہ اپنے بھائیوں کو نیچا دکھانے میں برباد ہونے لگتی ہے، نااتفاقی کی بنا پر پیدا ہونے والی یہ چیزیں مسلمانوں کی مجموعی طاقت کو اس معیار سے بہت کم کردیتی ہیں جتنا حقیقتاً اس کو ہونا چاہئے۔

۶:...... اور اسی آیت کریمہ میں باہمی نزاع کا دوسرا نقصان یہ بتلایا گیا تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، دشمن کی نظر میں تم ذلیل و خوار ہوجاؤ گے، کیونکہ دوسرے لوگوں کو جب تمہاری نااتفاقی کا علم ہوگا تو ان کے قلوب سے مسلمانوں کا رعب و دبدبہ نکل جائے گا، اور پھر وہ حقیر نظروں سے تم کو دیکھنے لگیں گے تمہارے شعائر کا استہزاء اور مذاق بنا کر ان کو پامال کریں گے، آج عالم اسلام کے مسلمانوں کی حالت روز بروز درد انگیز ہوتی جارہی ہے، کہیں پر ملک بدر کرنے کی چالیں، تو کہیں پر اقتدار اور روایات اور تاریخی اثاثے کو نذر آتش کرنے کی سازش، یہ سب اتحاد جیسے عظیم سرمایہ کو کھودینے اور مسلم معاشرے سے اس عظیم دولت کے لٹ جانے کے سبب ہے:

آبرو باقی تیری ملت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی دنیا میں تو رسوا ہوا

☆☆......☆☆

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جن کا نام ان کے ننھیال والوں نے شرف الدین احمد رکھا تھا' ۲۲/ستمبر ۱۸۹۲ء کو ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید ضیاء الدین تھا جو بہاری صوبہ بہار کے شہر پٹنہ میں پنجیدہ کا کاروبار کرتے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ نے بچپن میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ ابتدائی تعلیم کے لئے گھریلو ماحول بہت سازگار ثابت ہوا۔ آپ کو فن تجوید و قرأت پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سنتے وقت سامعین پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ کئی غیر مسلم آپ کی قرأت سن کر مسلمان ہو گئے تھے۔ شعر و ادب کا ذوق شاد عظیم آبادی سے حاصل کیا۔ قرأت کا فن قاری محمد عمر عاصم سے سیکھا۔ دینی علوم امرتسر میں مفتی علامہ مصطفی قاسمی سے حاصل کر کے صرف و نحو اور فقہ کی تعلیم مکمل کی۔ خطابت کا فن خداداد تھا' جس میں اس قدر عروج حاصل کیا کہ کئی کئی گھنٹے لگاتار سامعین ان کی تقریریں سنتے ہوئے نہ تھکتے تھے اور مجمع پر سکوت طاری ہو جاتا تھا۔ روحانی تربیت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ سے حاصل کی۔ خلافت و اجازت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے حاصل ہوئی۔ گجرات کے قریب موضع ناگڑیاں میں اپنے ہی خاندان میں شادی ہوئی۔ آپ نے سماجی برائیوں کو معاشرے سے دور کرنے کے لئے گھر گھر جا کر تبلیغ کی اور لوگوں کو توہمات پرستی اور ہندوانہ رسموں سے چھٹکارا دلایا۔

رولٹ ایکٹ کے خلاف جب پورے ہندوستان میں تحریک چلنی شروع ہوئی تو اس سلسلہ میں نکالے گئے جلوس پر انگریزوں نے گولی چلادی جس سے کچھ افراد ہلاک ہو گئے۔ آپ نے ان میں سے مسلمان شہداء کو خود غسل دے کر کفن دفن کا انتظام کیا اور ان کی نماز جنازہ بھی خود پڑھائی' ان

ابو شفقت قریشی سہام

کے اس فعل سے ہندوستانی مسلمان ان کے گرویدہ ہو گئے۔ سیف الدین کچلو کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کے طور پر جلیانوالہ باغ میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جنرل ڈائر نے مجمع کو منتشر کرنے کے لئے گولی چلادی جس سے ۵۰۰ افراد ہلاک اور ڈیڑھ ہزار کے قریب شدید زخمی ہوئے۔ اس خونی واقعہ سے شاہ صاحب نے بے حد اثر قبول کیا اور اس کے بعد باقاعدگی سے سیاسی جلسوں میں شرکت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تحریک خلافت میں آپ کی شرکت اور پہلی تقریر کو مولانا محمد علی جوہر نے بے حد سراہا۔ ملک بھر میں خلافت کمیٹیاں قائم کیں اور ترکی کے خلیفہ کے ساتھ ہندوستانیوں کی ہمدردیوں میں بے حد اضافہ ہوا۔ عورتوں نے زیور اتار کر خلافت کمیٹیوں کے چندے جمع کرائے۔ حکومت برطانیہ کو آپ کی مقبولیت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ چنانچہ گجرات کے ڈپٹی کمشنر نے کھلے الفاظ میں حکومت پر واضح کر دیا تھا کہ ان کی گرفتاری سے ملک میں ہنگامے شروع ہو جائیں گے' کیونکہ انہوں نے لوگوں کے دلوں پر جادو کر رکھا ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ کی پہلی گرفتاری تیس برس کی عمر میں ہوئی اور آپ کو تین سال قید کی سزا سنائی گئی۔ آپ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! میری آنکھوں کے سامنے انگریز ہندوستان خالی کر دیں۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ کی حیات میں ہی انگریزوں نے ہندوستان کو آزاد کر دیا۔ امیر شریعتؒ ایک درویش صفت انسان تھے۔ ان کے جوش اور ولولے نے انگریز حکومت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی تھیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے شدھی تحریک شروع کی گئی' کسی کو ہندو بنانے کے لئے اسے گائے کا پیشاب اور گوبر' دودھ' دہی اور مکھن میں ملا کر کھلایا جاتا تھا' اس تحریک کا آغاز آریہ سماج نے کیا تھا۔ شدھی کی طرح سنگھٹن بھی ہندو مہا سبھا کا منصوبہ تھا' جس کا اصل قائد مونجے تھا۔ ہندوؤں کو احساس دلا کر بھڑکایا جاتا تھا کہ مسلمان' ہندوؤں کے لئے شدید خطرہ ہیں۔ چنانچہ

ہندوؤں کو منظم کرنے کے لئے مختلف ادارے کھول کران کو عسکری تربیت دینا شروع کر دی گئی۔ اس تنظیم نے آگے چل کر تقسیم کے وقت مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا۔ شاہ صاحب نے ان تحریکوں کا مردانہ وار مقابلہ کر کے ان کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ آپ بھی ان علمائے کرام میں شامل تھے جنہوں نے ہندوؤں کی کتابوں کے ذریعہ ان کے مذہب کا باطل ہونا ثابت کر کے انہیں لاجواب کر دیا۔ راج پال نامی شاتم رسول نے ایک کتاب ''رنگیلا رسول'' شائع کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کی' جس کے خلاف ہندوستان کے طول و عرض میں احتجاج شروع ہو گیا۔ مقدمے میں اس کو سزا ہو گئی' مگر ہائی کورٹ کے سکھ جسٹس نے اسے بری کر دیا۔ شاہ صاحب نے بیرون دہلی دروازہ لاہور میں اس سلسلہ میں منعقد ہونے والے ایک جلسہ میں سامعین کو مخاطب کر کے اپنے خاص انداز میں کہا: وہ دیکھو! حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن فرما رہی ہیں کہ مسلمانو! تمہارے سامنے آقائے دو جہاںؐ کی توہین کی جا رہی ہے اور تم خاموش تماشائی بنے ہوئے ہو۔ یہ سنتے ہی مجمع میں سے اٹھ کر غازی علم الدین نے راجپال کا کام تمام کر دیا اور اس تقریر کے جرم میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔ اس موقع پر چلنے والی دوسری تحریکوں میں حصہ لے کر آپ نے مسلمانوں کو خبردار کیا۔

آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت کو جھٹلایا اور مرزائیت کے خلاف سینہ سپر ہو کر ختم نبوت کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں آپ کی جدوجہد کا بہت حصہ ہے۔ آپ ایک ایسے سپاہی اور مجاہد تھے جو ہر وقت سر پر کفن باندھے رہتا ہو۔

جنوری ۱۹۶۱ء میں شاہ صاحب پر فالج کا حملہ ہوا' علاج معالجہ سے چند ماہ تک قدرے افاقہ رہا' مگر دوسری دفعہ فالج کا حملہ جان لیوا ثابت ہوا اور آپ ۲۱/ اگست ۱۹۶۱ء کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے مولانا عطاء المنعم نے پڑھائی۔ جنازہ میں ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ آپ کو ملتان میں سپرد خاک کیا گیا۔

آپ نے اپنی پوری زندگی دینی اور سماجی خدمات کے لئے قربانیاں دیتے ہوئے گزاری۔ آپ نے ہندوستان کے مسلمانوں کو نہ صرف دینی بلکہ سیاسی طور پر بھی بیدار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ آپ ایک ہی وقت میں مجاہد' غازی' دینی اور سیاسی رہنما تھے۔ اس عقیدے پر سختی سے کاربند تھے کہ زندگی اور موت دونوں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ امت مسلمہ کی ترقی کے لئے ہمیشہ کمربستہ رہے اور مشکل سے مشکل وقت میں بھی اپنے مقصد کو نہ بھلایا اور وہ اس میں بے حد مخلص تھے' بے باکی ان کا شعار تھا' اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے' اقتدار کی ہوس چھو کر نہ گزری تھی۔ منفرد ذوق عمل اور زور بیان رکھتے تھے' لب پر توحید باری تعالیٰ اور دل عشق مصطفیٰ سے لبریز تھا۔ عظمت و تقدیس رسالتؐ کے خطیب تھے۔ ان کے قدموں میں کبھی کسی موقع پر لغزش نہ آئی' دین حق کی سربلندی اور عظمت کے لئے زندگی وقف کر رکھی تھی۔

☆☆............☆☆

بقیہ: مسیح قادیان اور اسکے حواری

ایک حبہ بھی نہ بھیجیں (اور جو کچھ اب تک وہ بھیج چکے ہیں اور مرزا صاحب اسے ذاتی مصارف پر خرچ کر چکے ہیں' اسے حلال' قطعاً حلال اور مثل شیر مادر سمجھ کر درگزر کریں۔ ناقل)۔ ایسا ہی ہر شخص جو ایسے اعتراض دل میں مخفی رکھتا ہے' اس کو بھی ہم یہی قسم دیتے ہیں۔

یہ کام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جس طرح وہ میرے دل میں ڈالتا ہے' خواہ وہ کام لوگوں کی نظر میں صحیح ہے یا غیر صحیح؟ درست ہے یا غلط؟ میں اسی طرح کرتا ہوں (لہٰذا اگر خدا تعالیٰ میرے دل میں یہ ڈالے کہ اس روپیہ کو خانگی زیورات و ملبوسات میں خرچ کیا جائے تو مجھے یہی کرنا ہو گا' خواہ وہ چندہ دینے والے اس کو غلط ہی سمجھیں۔ ناقل)۔ پس جو شخص کچھ مدد دے کر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے' وہ میرے پر حملہ کرتا ہے' ایسا حملہ قابل برداشت نہیں (کیونکہ جب ایک شخص کو مامور من اللہ سمجھ کر روپیہ دے دیا تو اس پر اسراف کا طعنہ کیا؟ وہ اسے جہاں چاہے خرچ کرے۔ ناقل) ...... پس اس کے بعد میں ایسے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں...... میں تاجر نہیں کہ کوئی حساب رکھوں' میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں۔''

(ملفوظات ج ۷ ص ۳۲۵'۳۲۶ حاشیہ)

مسیح قادیان اور اُس کے حواری

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

"درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔" یہ ایک خدا کے صادق نبی کا قول ہے اور درحقیقت ایک بہت سچی بات ہے۔

اگر ایک شخص خود راستی پر نہیں بلکہ وہ کذاب اور مفتری ہے اور اس میں خود قوت قدسی نہیں بلکہ وہ ایک گمراہ گندہ آدمی ہے جو مکر و فریب سے لوگوں کا مال کھاتا ہے اور خدا پر گند کے افترا پر منہ مارتا ہے تو وہ دوسروں میں راستی کی روح کیونکر پھونک سکتا ہے؟ اور ان کو گندوں سے کیونکر پاک کر سکے گا؟

مرزا صاحب کی صداقت یا غیر صداقت پرکھنے کے لئے آسان نسخہ یہی راہ ہے کہ جس جماعت کو وہ تیار کرکے چھوڑ گئے ہیں اس جماعت کو دیکھو کہ اس کی کیا حالت ہے؟ (مصنفہ مسٹر محمد علی ایم اے مندرجہ ریویو آف ریلیجز قادیان جون جولائی ۱۹۰۸ء)

یہ مرزا غلام احمد قادیانی کے جاں نثار صحابی اور امیر جماعت احمدیہ لاہور مسٹر محمد علی ایم اے کے الفاظ ہیں "ریویو آف ریلیجز قادیان" جناب مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء میں جاری کیا تھا اور مسٹر محمد علی کو اس کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا تھا۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب اس عالم مکر و فریب سے رخصت ہوئے تو چونکہ ان کے بہت سے الہامی خواب تشنہ تعبیر تھے بہت سے دعوے محض دعوے تھے بہت سے مقاصد نامکمل تھے (اور آج ایک صدی بعد بھی اس صورت حال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی) اس لئے قادیانی امت کو جوابدہی کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد جون جولائی ۱۹۰۸ء کا جو "ریویو" نکلا تھا اس کے بیشتر مضامین اس جوابدہی پر مشتمل تھے حکیم نور دین صاحب حکیم محمد احسن امروہوی اور مولوی محمد علی صاحب نے اپنے اپنے رنگ میں مرزا صاحب کی قبل از وقت وفات پر تبصرہ کیا اور ان اعتراضات کو اٹھانے کی کوشش کی جو مرزا صاحب کی وفات سے ان کی ذات پر وارد ہو سکتے تھے۔ مندرجہ بالا اقتباس ریویو کے اسی شمارے میں مندرج محمد علی ایم اے کے مضمون سے ماخوذ ہے جس کا عنوان ہے: "حضرت مسیح موعود کے وصال پر چند مختصر نوٹ" (دیکھئے جلد ۷ صفحہ ۲۸۴)

مسٹر محمد علی صاحب نے مرزا صاحب کی صداقت کو پرکھنے کا جو آسان راستہ بتایا ہے آج ہم اس پر چند قدم چل کر مرزا صاحب کی صداقت کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ روایت بھی پیش نظر رکھنی چاہئے جو مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے "سیرۃ المہدی" میں درج کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ

ایک بار مسٹر محمد علی صاحب کا مرزا صاحب کے مقدس خسر جناب میر ناصر نواب صاحب سے کچھ اختلاف ہوا تو میر صاحب نے مرزا صاحب سے شکایت کی۔ مسٹر محمد علی صاحب نے اس شکایت پر مرزا صاحب سے مؤدبانہ احتجاج کیا تو مرزا صاحب نے فرمایا کہ میر صاحب نے کچھ کہا تو تھا مگر وہ اپنے خیال میں ایسے مستغرق تھے کہ انہیں کچھ خبر نہیں کہ میر صاحب نے کیا کہا تھا۔ اس سلسلہ میں مزید فرمایا:

"چند دن سے ایک خیال میرے دماغ میں اس زور کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے بس ہر وقت اٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے میں باہر لوگوں میں بیٹھا ہوتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے کوئی بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکر لگا رہا ہوتا ہے وہ شخص سمجھتا ہوگا کہ میں اس کی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے اس خیال میں محو ہوتا ہوں جب میں گھر جاتا ہوں تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے غرض ان دنوں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار

ہو جاوے جو کچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان لائے اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے رستے پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشا پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پالیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا۔"

(سیرۃ المہدی صفحہ ۲۵۴ ج اول)

مرزا صاحب کا ارشاد کسی تشریح کا محتاج نہیں ان کی بعثت کی اصل غرض ایک ایسی جماعت تیار کرنا تھی جو بقول ان کے ایمان و یقین زہد و تقویٰ اخلاص وللہیت اور اخلاق و اعمال کا بلند ترین نمونہ ہو ان کی بعثت کی یہ غرض اگر پوری نہ ہو "تو اگر بالفرض وہ ساری دنیا کو بھی زیر کر لیں تب بھی یہ سمجھنا چاہئے کہ ان کا سارا کام فضول ان کی ساری کوشش بے سود اور ان کے سارے دعاوی غلط ثابت ہوئے اب صرف یہ دیکھنا باقی رہا کہ کیا مرزا صاحب ایسی جماعت تیار کر کے اپنی بعثت کی اصل غرض کی تکمیل کر گئے یا نہیں؟ اس نکتہ پر غور کرنے کے لئے ہم قادیانی جماعت کی تاریخ کو تین ادوار پر تقسیم کرتے ہیں جنہیں قادیانی امت کے "خیر القرون" کہنا چاہئے:

پہلا دور:...... جناب مرزا صاحب کی زندگی میں جماعت کی حالت۔

دوسرا دور:...... حکیم نور دین کے زمانہ میں جماعت کا نقشہ۔

تیسرا دور:...... حکیم صاحب کے بعد جماعت کی کیفیت۔

دور اول:

قادیانی جماعت مرزا غلام احمد کی زندگی میں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے قریباً ۱۸۸۰ء میں ملہم مجدد اور مامور من اللہ کی حیثیت میں اپنی دعوت و دعاوی کا آغاز کیا اور مختلف اعلانات و اشتہارات کے ذریعہ خلق خدا کو قادیان آنے کی دعوت دی اور ۱۸۸۸ء میں باقاعدہ اخذ بیعت کا اور تعلیم و تلقین کا سلسلہ شروع کیا اس کے دو برس بعد ۱۸۹۰ء میں انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔

دعویٰ مسیحیت کے تین سال بعد ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے اخلاق کی جو رپورٹ قلمبند کی وہ ان کی کتاب "شہادۃ القرآن" (روحانی خزائن ص ۳۹۴ ج ۶) کے آخر میں ملحقہ "اشتہار التوائے جلسہ" میں محفوظ ہے اس کے چند فقرے یہاں نقل کئے جاتے ہیں جن سے مرزا صاحب کی تیرہ سالہ محنت کی "شاندار کامیابی" کا اندازہ آسانی سے ہو سکے گا۔

بدخوئی و کج خلقی:

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ چند ایسے وجوہ ہم کو پیش آئے جنہوں نے ہماری رائے کو اس طرف مائل کیا کہ اب کی دفعہ اس جلسہ کو ملتوی رکھا جائے اور چونکہ بعض لوگ تعجب کریں گے کہ اس التوا کا موجب کیا ہے؟ لہٰذا بطور اختصار کسی قدر ان وجوہ میں سے لکھا جاتا ہے:

"اول یہ کہ اس جلسہ سے مدعا اور مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بالکل جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں لیکن اس پہلے جلسے کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سنی گئی کہ وہ اپنے بعض بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں اور بعض اس مجمع کثیر میں اپنے اپنے آرام کے لئے دوسرے لوگوں سے کج خلقی ظاہر کرتے ہیں گویا وہ مجمع ہی ان کے لئے موجب ابتلا ہو گیا اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اب تک اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا اور اس تجربہ کے لئے یہ تقریب پیش آئی کہ ان دنوں سے آج تک ایک جماعت کثیر مہمانوں کی اس عاجز کے پاس بطور تبادل رہتی ہے یعنی بعض آتے اور بعض جاتے ہیں اور بعض وقت یہ جماعت سوسو مہمان تک بھی پہنچ گئی ہے اور بعض وقت

اس سے کم' لیکن اس اجتماع میں بعض دفعہ بباعث تنگی مکانات اور قلت وسائل مہمان داری ایسے نالائق رنجش اور خود غرضی کی سخت گفتگو بعض مہمانوں میں باہم ہوتی دیکھی ہے کہ جیسے ریل میں بیٹھنے والے تنگی جگہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں..... سو ایسا ہی اجتماع بھی بعض اخلاق حالتوں کے بگاڑنے کا ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ج اول ص:۴۳۹ تا ۴۴۰)

چال چلن اور اخلاق:

"اور جب تک یہ معلوم نہ ہو اور تجربہ شہادت نہ دے کہ اس جلسہ سے دینی فائدہ یہ ہے اور لوگوں کے چال چلن اور اخلاق پر اس کا یہ اثر ہے' تب تک ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد کہ اس اجتماع سے نتائج نیک پیدا نہیں ہوتے' ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے۔" (ایضاً)

بھیڑیوں کی طرح:

"اور اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی' سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں' وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے' چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں۔" (ایضاً)

سفلہ' خود غرض' گالیاں اور نفسانی بحثیں:

"اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں' اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے' بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں' اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔" (ایضاً)

نفسانی لالچوں پر:

"اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت' بلکہ یقیناً دوسو سے زیادہ ہی ہیں..... لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا! یہ کیا حال ہے؟ یہ کون سی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے؟ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں؟ اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے؟" (ایضاً صفحہ:۴۴۱ تا ۴۴۲)

ایسی بے تہذیبی:

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے..... مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں' بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے' اور اگر نہیں اٹھتا تو چارپائی کو الٹا دیتا ہے' اور اس کو نیچے گراتا ہے' پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔" (ایضاً)

ان سے درندے اچھے:

"یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں' تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے' اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے۔" (ایضاً)

میں تھک گیا:

"میں کہتے کہتے ان باتوں کو تھک گیا کہ اگر تمہاری یہی حالتیں ہیں تو پھر تم میں اور غیروں میں فرق ہی کیا ہے؟ لیکن یہ دل کچھ ایسے ہیں کہ توجہ نہیں کرتے اور ان آنکھوں سے مجھے بینائی کی توقع نہیں' لیکن خدا اگر چاہے۔ اور میں تو ایسے لوگوں سے اس دنیا اور آخرت میں بیزار ہوں' اگر میں صرف اکیلا کسی جنگل میں ہوتا تو میرے لئے ایسے لوگوں کی رفاقت سے بہتر تھا۔" (ایضاً ص:۴۴۳)

شوق پورا نہ ہوا:

''میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کرلیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے' بالکل دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے' مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص:۴۴۵ طبع ربوہ)

یہ مرزا صاحب کی تیرہ سالہ محنت سے تیار کردہ جماعت کا وہ نقشہ تھا جو خود مرزا صاحب کے قلم نے مرتب کیا' اس کے ملاحظہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تیرہ برس تک مرزا صاحب کے دم عیسوی کی تاثیر نے ان کے ہاتھ پر توبہ نصوح کرنے والوں میں کیا تبدیلی پیدا کی؟ اب مرزا صاحب کے آخری دور کی شہادت ملاحظہ فرمایئے: ''براہین احمدیہ حصہ پنجم'' (روحانی خزائن ج ۲۱)

ان کی آخری تصنیف ہے' جس کی تصنیف سے فارغ ہونے کے چند دن بعد ان کا انتقال ہوگیا' اور کتاب ان کی وفات کے بعد چھپ سکی' اس میں مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے بارے میں جو رائے ظاہر فرمائی ہے وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے:

جیسے کتا مردار کی طرف:

''بیعت کے معنی بیچ دینے کے ہیں۔ پس جو شخص درحقیقت اپنی جان اور مال اور آبرو کو اس راہ میں بیچتا نہیں' میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا کے نزدیک بیعت میں داخل نہیں' بلکہ یہ دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں' اور ایک کمزور بچے کی طرح ہر ایک ابتلا کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہوجاتے ہیں' اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف' پس میں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں۔ مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے' مگر اذن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے۔ پس مقام خوف ہے۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۷ روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۱۱۴)

گویا قادیانی جماعت میں اخلاق عالیہ تو کیا پیدا ہوتے؟ بقول مرزا صاحب کے ان میں نیک ظنی کا مادہ بھی ان کی وفات تک کامل نہ ہوا' بلکہ وہ بدظنی کی طرف اس طرح دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف!

جناب مرزا صاحب نے اپنی جماعت کی بدگمانی اور بدظنی کے جس مرض کی طرف اشارہ کیا ہے' اس کا تعلق خود مرزا صاحب کی ذات سے تھا۔ قادیانی جماعت کے بہت سے افراد کو مرزا صاحب سے شکایت تھی کہ وہ قومی روپے میں اسراف کرتے ہیں اور جو سرمایہ چندوں کی شکل میں جماعت کے خون پسینہ کی کمائی سے ''تبلیغ اسلام'' کے لئے جمع کیا جاتا ہے' اسے مرزا صاحب ذاتی تعیش میں صرف کرتے ہیں' مرزا صاحب کی جانب سے اس شکایت کا جواب یہ تھا کہ انہیں جو کچھ ملتا ہے خدا کی طرف سے ملتا ہے' لہٰذا کوئی شخص اس کے مصارف پر حرف گیری کا مجاز نہیں' البتہ جن لوگوں کو ان پر اعتماد نہیں' وہ آئندہ چندہ بند کردیں' (اور گزشتہ را صلوٰۃ کہیں)۔ آپ ایک شخص کے خط کے جواب میں فرماتے ہیں:

''میری نسبت آپ کے ...... کی جماعت کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا تھا کہ روپیہ کے خرچ میں بہت اسراف ہوتا ہے' آپ اپنے پاس روپیہ جمع نہ رکھیں اور یہ روپیہ ایک کمیٹی کے سپرد ہو جو حسب ضرورت خرچ کیا کریں اور یہ بھی ذکر تھا کہ اس روپیہ میں سے باغ کے چند خدمت گار بھی روٹیاں کھاتے ہیں اور ایسا ہی اور کئی قسم کے اسراف کی طرف اشارہ تھا' جن کو میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اپنی نیک نیتی سے جو کچھ لکھا بہتر لکھا' میں ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کا رد لکھوں (اور حقائق کو رد کرنا ممکن بھی نہیں۔ ناقل) میں آپ کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو پورا کرنا مومن کا فرض ہے اور اس کی خلاف ورزی معصیت ہے کہ آپ ...... کی تمام جماعت کو اور خصوصاً ایسے صاحبوں کو جن کے دلوں میں یہ اعتراض پیدا ہوا ہے بہت صفائی سے اور کھول کر سمجھا دیں کہ اس کے بعد ہم ...... کا چندہ بالکل بند کرتے ہیں۔ اور ان پر حرام ہے اور قطعاً حرام ہے اور مثل گوشت خنزیر ہے کہ ہمارے کسی سلسلہ کی مدد کے لئے اپنی تمام زندگی تک

باقی صفحہ 19 پر

دینی مدارس کی سند "شہادۃ العالمیہ"

کی اہمیت اور آئینی حیثیت

مولانا محمد حنیف جالندھری

علم کا اصل مقصد خود شناسی اور خدا شناسی ہے۔ علم شریعت سے انسان کو حق تعالیٰ شانہ کے احکام اور مخلوق کے حقوق کا پتہ چلتا ہے' اپنے فرائض سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور عمل کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ برصغیر میں دینی مدارس کا قیام "تحفظ و اشاعت دین" کی تحریک کے طور پر کیا گیا تھا' چونکہ انگریزوں کو اسلام کے ساتھ دشمنی تھی' اس لئے انہوں نے پرائمری تک اسکول کی تعلیم حاصل کرنے والوں کو تو "خواندہ" شمار کیا' لیکن اعلیٰ سے اعلیٰ دینی تعلیمی اداروں کے فضلاء کو "ناخواندہ" کی صف میں رکھا اور اس طرح سے ان پر سرکاری ملازمتوں اور مراعات کے دروازے بند کرنے کے علاوہ دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کی گئی۔

انگریزوں کا یہ رویہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے تھا' تاہم قابل فہم تھا کہ مسلمانوں سے ان کی دشمنی ڈھکی چھپی نہ تھی اور وہ مسلمانوں کے ساتھ ان کے دین کو بھی مٹانا چاہتے تھے' لیکن قیام پاکستان کے بعد بھی دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کے ساتھ افسوسناک امتیازی سلوک کا سلسلہ جاری رہا اور سولہ سال تک دینی مدارس میں صرف نحو' منطق' فلسفہ' ادب' فقہ' حدیث اور تفسیر کی درجنوں کتابیں پڑھنے پڑھانے والوں کو ناخواندہ ہی شمار کیا گیا' جن میں بلاشبہ کئی کتابیں ایسی ہوں گی کہ کالج اور یونیورسٹیوں کے فضلاء صحیح تلفظ کے ساتھ ان کا نام پڑھنے کی صلاحیت سے بھی شاید عاری ہوں۔ یہ افسوسناک صورت حال ۱۹۸۲ء تک جاری رہی۔ مرحوم صدر جنرل ضیاء الحق کے دور میں بعض علمائے کرام نے صدر محترم کی توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ مدارس دینیہ کے فضلاء کے ساتھ یہ امتیازی سلوک سراسر زیادتی' علوم دینیہ کی توہین اور دینی علوم سے رغبت رکھنے والوں کی قطعی حوصلہ شکنی ہے' اس کا تدارک کیا جانا ضروری ہے۔ اگرچہ سرکاری تعلیمی اداروں سے ایم اے عربی یا اسلامیات بلکہ پی ایچ ڈی کرنے والوں کا دینی اداروں کے فضلاء سے موازنہ ہی سرے سے غلط ہے' کیونکہ عصری تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل علوم دینیہ میں مہارت اور تبحر تو کجا قرآن کریم اور احادیث شریفہ کا سادہ ترجمہ اور مطلب بھی بیان کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے' لیکن چونکہ یہاں کی اعلیٰ اسناد شمار ہوتی ہیں' اس لئے دینی مدارس کی سند کو کم از کم ایم اے عربی' ایم اے اسلامیات کے مساوی قرار دیا جائے' جبکہ اس سے قبل وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلہ میں "قومی اسمبلی" میں ایک قرارداد پیش کر چکے تھے جو بعد کی کارروائی کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی تھی۔

صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اس اصولی اور جائز مطالبہ کو فوری طور پر تسلیم کرنے اور شخصی آرڈر جاری کرنے کی بجائے یہ معاملہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن آف پاکستان کے سپرد کر دیا۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اس مسئلہ پر غور و خوض کے لئے ملک کی تمام اہم یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز اور وزارت تعلیم کے اعلیٰ حکام کے علاوہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان' تنظیم المدارس پاکستان' وفاق المدارس السلفیہ پاکستان' وفاق المدارس الشیعہ پاکستان اور رابطۃ المدارس پاکستان کے عمائدین کو اسلام آباد میں دعوت مشاورت دی' جس میں دینی مدارس کے نصاب تعلیم کا ناقدانہ جائزہ لینے کے بعد تمام ماہرین تعلیم نے متفقہ طور پر مدارس کی سند کو ایم اے عربی' ایم اے اسلامیات کے مساوی قرار دینے کی سفارش کی۔ چنانچہ ۱۷/نومبر ۱۹۸۲ء کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اپنے ایک نوٹیفکیشن نمبر 80918ACAD128 کے تحت وفاق المدارس العربیہ کی سند شہادۃ العالمیہ کو ایم اے عربی' ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کر لیا اور اس کا عملی اطلاق تمام تعلیمی اداروں کے لئے ضروری قرار دے دیا گیا۔

حاصل یہ کہ دینی مدارس کی سند کو ایم اے عربی و اسلامیات کے مساوی قرار دینا کسی کی عنایات خسروانہ کا ثمر نہیں بلکہ نصاب تعلیم کی بنیاد پر اسے تسلیم کیا گیا ہے اور وہ نصاب تعلیم وزارت تعلیم حکومت پاکستان کا منظور کردہ ہے۔ حال ہی میں ایک نئی بحث شروع ہوئی ہے کہ مدارس کی طرف سے جاری کردہ ایم اے کے مساوی یہ سند الیکشن کمیشن کی جانب سے عائد کردہ بی اے کی لازمی شرط کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے یا نہیں؟ اگرچہ اس سوال کا جواب واضح ہے کہ جس شخص کے پاس ایم اے کے مساوی ڈگری اور تعلیمی قابلیت موجود ہے' اس سے پوچھنا کہ آپ بی اے بھی ہیں یا نہیں؟ بے محل سوال ہے۔ تاہم یہ نکتہ الیکشن سے قبل اٹھایا گیا اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہی اس کا صحیح وقت تھا' چیف الیکشن کمشنر سے پوچھا گیا کہ مدارس دینیہ کے "وفاقوں" کی جاری کردہ سند کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے ایم اے عربی و اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا ہے' جبکہ الیکشن میں حصہ لینے والوں کے لئے بی اے کی شرط لازمی قرار دی گئی ہے' تو کیا دینی مدارس کی جاری کردہ یہ سند انتخابی قواعد وضوابط کے تقاضوں پر پورا اترتی ہے؟ چیف الیکشن کمشنر نے اس کا از خود کوئی جواب دینے کی بجائے یہ مسئلہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن آف پاکستان (یو جی سی) کی طرف بھجوا دیا کہ یو جی سی کو اس سند کی حیثیت پر کوئی اعتراض تو نہیں؟ یو جی سی نے الیکشن کمیشن کو جواب دیا کہ یہ سند ہمارے ہاں ۱۹۸۲ء سے ایم اے عربی و ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم شدہ ہے' لہٰذا اس کے حاملین اس سند کی بنیاد پر الیکشن میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اس کے بعد چیف الیکشن کمشنر نے چاروں صوبوں کی ہائی کورٹس کے جسٹس حضرات سے جو صوبائی الیکشن کمشنر کے طور پر کام کر رہے تھے' رائے طلب کی' ہائی کورٹس کے ان ججز نے یو جی سی کے نوٹیفکیشن کی بنیاد پر متفقہ رائے دی کہ دینی اسناد کے حاملین الیکشن میں حصہ لینے کے اہل ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد چیف الیکشن کمشنر نے ۲۹/ جولائی ۲۰۰۲ء کو دینی مدارس کے فضلاء کے لئے ۱۱۲۲ دی گزٹ آف پاکستان دینی ایکٹ کے تحت دینی مدارس کے فضلاء کے لئے سند کی بنیاد پر الیکشن میں حصہ لینے کا نوٹیفکیشن جاری کیا۔ واضح رہے کہ موجودہ چیف الیکشن کمشنر سابق چیف جسٹس آف پاکستان ہیں' گویا عدلیہ سے تعلق رکھنے والی ایک اعلیٰ ترین شخصیت نے یہ نوٹیفکیشن جاری کیا۔

الیکشن کمیشن اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی طرف سے ان واضح اور غیر مبہم نوٹیفکیشن کے اجراء کے بعد اس مسئلہ میں کوئی ابہام نہ رہا کہ دینی مدارس کے فضلاء الیکشن میں حصہ لینے کے اہل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت اس نوٹیفکیشن کے خلاف کسی شخص نے عدالت سے رجوع نہیں کیا' لیکن الیکشن کے سات آٹھ ماہ گزر جانے کے بعد یکا یک بعض "فرض شناس" اور "محافظین آئین پاکستان" پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ متحدہ مجلس عمل کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے حضرات بی اے کی لازمی شرط کو پورا نہیں کرتے۔ کشف حقائق یا چودہ طبق روشن ہونے کی اصل وجہ یہ بنی کہ پروپیگنڈے کی اس فضا میں کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ نہ تھا کہ کبھی بھی تین فیصد سے زیادہ سیٹیں نہ لینے والی دینی جماعتیں ملکی سیاست کا رخ بدل کر رکھ دیں گی۔ چنانچہ دینی جماعتوں کا یہ مضبوط اتحاد دین دشمن حلقوں کی نظر میں خار کی طرح کھٹک رہا ہے اور وہ دینی جماعتوں کے اس اتحاد کو کمزور اور بے اثر کرنے کے در پے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو سب سے بڑی دلیل دی گئی وہ یہ ہے کہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے نوٹیفکیشن میں "Purposes for teaching" کے الفاظ ہیں' جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سند تعلیمی و تدریسی مقاصد کے لئے ایم اے کے برابر ہے' عوامی نمائندگی اور قانون سازی کے لئے نہیں۔

اس ضمن میں سب سے پہلی گزارش یہ ہے کہ الیکشن میں بی اے کی شرط کا حاصل یہ تھا کہ ناخواندہ، اور انگوٹھا چھاپ قسم کے پیشہ ور سیاستدان اسمبلی میں نہ آئیں' بلکہ یہ ایوان تعلیم یافتہ ارکان پر مشتمل ہو جو اسمبلی میں قانون سازی کے تقاضوں کو سمجھتے ہوں جب یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے دینی سند کو ایم اے کے مساوی اور اس کے حاملین کو تعلیم یافتہ تسلیم کر لیا تو یہ سوال بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کہ اس سند کا اجراء کن مقاصد کے لئے کیا گیا ہے۔ نیز اس منطق کو تسلیم کر لیا جائے' تو پھر وکلاء اور ایم اے سیاسیات کرنے والوں کے علاوہ کوئی بھی تعلیم یافتہ شخص اسمبلی کا ممبر بننے کا اہل نہیں رہتا۔ کون نہیں جانتا کہ ایم بی بی ایس کی ڈگری قانون سازی کے لئے نہیں پیشہ طب میں ابتدائی مہارت رکھنے پر دی جاتی ہے' انجینئرنگ میں ایم ایس سی کرنے والا دستور اور قانون کی پیچیدگیوں سے یکسر بے خبر ہوتا ہے' پھر یہ بھی سوال ہے کہ محض بی اے کرنے والے نے قانون سازی کی کون سی تعلیم حاصل کی ہے کہ اسے اس کا اہل قرار دیا جائے؟ اگر ڈاکٹر' انجینئر اور عام گریجویٹ قانون سازی کی تعلیم و تدریس سے لاتعلق ہونے کے باوجود صرف اس لئے اسمبلی کا ممبر بن سکتا ہے کہ وہ "تعلیم یافتہ" ہے تو علمائے دین آپ ہی کے اداروں کی مسلمہ سند رکھنے کے باوجود تعلیم یافتہ شمار ہونے والوں کی صف سے کیسے نکل

گئے؟ بلکہ اگر غور کیا جائے تو ارکان اسمبلی کے لئے دنیوی تعلیم یافتہ ہونے کی بجائے دینی طور پر تعلیم یافتہ ہونا زیادہ ضروری ہے' اس لئے کہ دستور پاکستان میں یہ صراحت موجود ہے کہ کوئی قانون سازی قرآن وسنت کے خلاف نہیں کی جاسکے گی۔

اس کا ضروری تقاضا ہے کہ تمام ارکان اسمبلی نہ صرف ضروریات دین سے باخبر ہوں' بلکہ قرآن وسنت کا ماہرانہ مطالعہ رکھتے ہوں تاکہ کوئی قانون سازی کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو' بلکہ تعصب سے بالاتر ہوکر دیکھا جائے تو آئین کی اس شق کے تحت صرف علمائے کرام ہی اسمبلی کی رکنیت کے اہل قرار پاتے ہیں' اس لئے جو رکن اسمبلی بی اے ہو مگر قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو' وہ قرآن وسنت کے تقاضوں کو کب سمجھے گا؟ اور کیا قانون سازی کرے گا؟ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ جب ایک شخص کو عالم' فاضل' ماہر اور علم کی ایک شاخ کا ماسٹر تسلیم کرلیا گیا اور اسے تعلیمی اداروں' اسکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تدریس کا اہل قرار دے دیا گیا تو اسمبلی کی رکنیت کے لئے وہ کیونکر نااہل ہے؟ دیکھئے کوئی گریجویٹ کالج یا یونیورسٹی میں تدریس کا اہل نہیں جبکہ وہ اسمبلی کا ممبر بن سکتا ہے۔ اس گریجویٹ کو تعلیم دینے والے اساتذہ ''وفاق'' کے سند یافتہ ہوسکتے ہیں' تو یہ کس قدر غیر منطقی بات ہے کہ بی اے پاس شاگرد تو اسمبلی کی رکنیت کا اہل ہو مگر ایم اے پاس استاذ اہل نہ ہو؟ کیا یہ رائے واضح طور پر عصبیت اور جانبداری کی غماز نہیں؟

یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ ۱۹۷۳ء میں آئین کے مطابق ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کا ادارہ تشکیل دیا گیا تھا' جس کا کام نفاذ اسلام کے لئے سفارشات کی تیاری اور قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی میں اسمبلی کی رہنمائی کرنا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے لئے زیادہ تر متبحر اور ماہر فن علمائے کرام کو نامزد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ریٹائرڈ جج اور سینئر وکلا بھی اس کے ممبر ہوتے ہیں' تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب علمائے کرام اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر ہونے کی حیثیت سے اسمبلی کی رہنمائی کے اہل ہیں تو ممبر اسمبلی بننے کے لئے کیوں نااہل ہیں؟ بلکہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش کو قانونی شکل دینے سے پہلے ایسے افراد کا غور وفکر اور مشاورت ضروری ہے جو کتاب وسنت کے اصولوں پر ہوں تاکہ قانون سازی صحیح خطوط پر ہوسکے۔ قرآن وسنت سے ناواقف ارکان اسمبلی پر ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کی سفارشات کے ناقدانہ جائزہ کا بوجھ ڈالنا تکلیف مالایطاق ہے اور اگر یہ بوجھ زبردستی ان پر ڈال دیا گیا تو اسلامائزیشن سے متعلق سفارشات کا جو حشر ہوگا وہ بھی چنداں پوشیدہ نہیں۔

معروضات کا حاصل یہ ہے:

۱:......ملک کے مختلف دینی وفاقوں کی جانب سے جاری کردہ سند یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی منظور کردہ اور ایم اے عربی' ایم اے اسلامیات کے مساوی ہے۔

۲:......اس سند کو قابل قبول قرار دیتے ہوئے الیکشن کمیشن آف پاکستان ایسے تمام امیدواروں کو انتخاب میں حصہ لینے کا اہل قرار دے چکا ہے' جو اس سند کے حامل ہیں۔

۳:......جو سند تعلیمی وتدریسی مقاصد کے لئے قابل قبول ہے' وہ قانون سازی کے لئے بھی قابل قبول ہے۔

۴:......پاکستان کے آئین کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے جبکہ صرف اسی سند کے حاملین قرآن و سنت سے واقفیت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔

۵:......اگر ڈاکٹرز' انجینئرز اور دوسری پیشہ وارانہ تعلیم کے حاملین اسمبلی کے ممبر بن سکتے ہیں' جن کے پیشوں کا قانون سازی اور عوامی نمائندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو علمائے کرام اسمبلی کے ممبر کیوں نہیں بن سکتے' جن کا قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی سے براہ راست تعلق ہے' اس لئے کہ فقہ اسلامی قرآن وسنت کے قوانین ہی کا نام ہے اور علمائے کرام کی زندگیاں اسی کی تدریس میں گزرتی ہیں۔

۶:...... ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کی سفارشات کا جائزہ لینے کے لئے کتاب وسنت کے ماہرین کا اسمبلی میں ہونا ضروری ہے۔

آخر میں یہ گزارش بھی ملحوظ رہے کہ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں وزیر اعظم لیاقت علی خان اور تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنماؤں کی موجودگی میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے قرارداد مقاصد پیش کرکے اور منظور کرواکر یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے طے کردیا ہے کہ پاکستان کا سپریم لاء قرآن وسنت ہے اور اس کے لئے ماہرین شریعت کی رہنمائی ناگزیر ہے۔ ہماری رائے میں سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے طے شدہ امور کو ملیامیٹ کرنے کی سوچ ملک وملت کے لئے حد درجہ ضرر رساں ہوگی' اس لئے حکومت کو چاہئے کہ وہ اپنے سیاسی مخالفین کا مقابلہ کرنے کے لئے کھیل کے اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے فاؤل پلے نہ کرے کہ اس کا نتیجہ خود اس کے حق میں خوشگوار ثابت نہ ہوگا۔

☆☆......☆☆

ابیاتِ مناجاتیہ

سید العارفین حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ

مجال ہے کچھ بھی کرسکوں میں جو تو نہ توفیق اے خدا دے   تری مشیت ہے سب پہ غالب یہ ہیچ ہیں سب مرے ارادے
بہت دنوں رہ چکا نکما بس اب مجھے کام کا بنادے   میں کب سے ہوں محوِ خوابِ غفلت بس اب جگادے، بس اب جگادے

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

راہ طلب میں سوار سب ہیں پیادہ مثلِ غبار میں ہوں   ترے گلستاں میں سب گل ہیں بس اک اگر ہوں تو خار میں ہوں
مجھے بھی کچھ ذکر آخرت ہو بہت ہی غفلت شعار میں ہوں   رہا میں بیکار زندگی بھر بس اب تو مشغولِ کار میں ہوں

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

تجھے تو معلوم ہے، الٰہی بہت ہی گندہ ہے حال میرا   گناہ میں آلودہ ہورہا ہے رُواں رُواں بال بال میرا
یہ آخری دن ہے، زندگی کے درست کردے مآل میرا   تری محبت میں اب جیوں میں اسی میں ہو انتقال میرا

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

کرم سے تیرے بعید کیا ہے جو فضل مجھ پر بھی میرے رب ہو   تری مدد ہو مری ہو کشش تری کشش ہو مری طلب ہو
بدی میں گزری ہے عمر ساری نصیب توفیق نیک اب ہو   رہوں میں مشغول ذکر و طاعت بس اب یہی شغل روز و شب ہو

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

عنایتِ خاص کو الٰہی میں تیرے قربان عام کردے   اس اپنے ادنیٰ غلام کو بھی نصیب اب قرب نام کردے
میں ہائے کب تک رہوں ادھورا بس اب تو پُر میرا جام کردے   فنا کا وہ درجہ اب عطا ہو جو کام میرا تمام کردے

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

لا نبی بعدی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام

بمقام

مدرسہ ختم نبوۃ مسلم کالونی چناب نگر

زیر سرپرستی

مخدوم المشائخ حضرت اقدس مولانا خواجہ **خان محمد** صاحب دامت برکاتہم

مخدوم العلماء پیر طریقت حضرت قبلہ شاہ **نفیس الحسینی** دامت برکاتہم

سالانہ

ردِ قادیانیت و عیسائیت کورس

داخلے یکم تا ۴ شعبان

بتاریخ ۵ تا ۲۵ شعبان ۱۴۲۶ھ بمطابق 10 تا 30 ستمبر 2005ء

کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے۔ شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش، خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائیگا۔ کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا۔ کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب اور نقد انعام دیا جائے گا۔ داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں۔ جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو۔ موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے۔

درخواستوں کیلئے پتہ: شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان
فون چناب نگر: 04524/212611
ملتان: 061/514122